اے ایمان والو! اگر کوئی بدکار تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو اچھی طرح تحقیق کر لیا کرو

(الحجرات آیت نمبر)

رجب کے کونڈوں پر ایک نظر



محمد صادق خلیل

خطیب و مدرس جامع مسجد اہلحدیث الرشید

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سلسلہ مطبوعات 15

اے ایمان والو! اگر کوئی بدکار تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو اچھی طرح تحقیق کر لیا کرو
(الحجرات آیت نمبر ۶)

رجب کے کونڈوں پر ایک نظر

تالیف

ابو جنید محمد صادق خلیل (مری)

مقدمہ

ڈاکٹر ابو جابر عبداللہ دامانوی حفظہ اللہ

دار التقویٰ کراچی

نام کتاب : رجب کے کونڈوں پر ایک نظر

تألیف : ابو جنید محمد صادق خلیل (مری)

پیش لفظ : محمد سلیمان ساجد (مری)

مقدمہ : ڈاکٹر ابو جابر عبداللہ دامانوی حفظہ اللہ

اشاعت اوّل : رمضان المبارک ۱۴۲۳ھ بمطابق دسمبر 2002ء

قیمت : روپے

شائع کردہ : دار التقویٰ کراچی فون: 7542251

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

انسان کی اس دنیا میں آمد و رفت ایک فطری نظام ہے جسکے تحت جو بھی اس دنیا میں آ گیا ہے اسکو ضرور یہاں سے جانا ہے لہذا جس طرح یہاں آنے والے (نومولود) سے متعلق شریعت اسلامیہ نے چند احکام و آداب دیئے ہیں اسی طرح دنیا سے کوچ کرنے والے کے بارے میں بھی شریعت اسلامیہ نے چند احکام و آداب عطاء کئے ہیں تا کہ مؤمن و مسلم کا ہر لحظہ اللہ تعالیٰ اور رسول پاک ﷺ کی اطاعت میں گذرے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی بے چوں و چرا اطاعت ہی دنیا میں حقیقی سکون اور آخرت میں نجات کی ضامن ہے لیکن بعض لوگ نادانی یا جوش جذبات میں ایسے کام شروع کر دیتے ہیں جو درحقیقت مطلوب نہیں ہوتے۔

دنیا کی زندگی میں غم و خوشی بیماری و تندرستی پیدائش و اموات وغیرہ کا سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔ لیکن آج کے دور میں دین کے ٹھیکداروں ایمان فروشوں نے پیدائش سے لیکر موت تک ہر لمحہ میں اسلام کے خلاف جہالت کو شریعت بنا کر پیش

کیا تاکہ جاہل لوگوں کا مال لوٹ کر اپنے لئے دنیا کی آسائشیں اور اپنی اولاد کا سہانا مستقبل بنا سکیں۔ آہ یہ لوگ اپنے رب کو کیا جواب دیں گے افسوس اور صد افسوس کہ مسلمانوں کی بہت بڑی تعداد دین سے لاعلم بھی ہے اور بے پرواہ بھی ہے انہیں اپنے مسلمان ہونے پر فخر ضرور ہے لیکن ان میں اسلام کی کوئی خوشبو پائی نہیں جاتی۔

ہمیشہ سے اسلام تھا جس پر نازاں
وہ دولت بھی کھو بیٹھے آخر مسلماں

البتہ ایک تعداد ایسی ہے جو بظاہر دیندار ہے مگر ان کی دینداری میں حق و باطل کی آمیزش ہے یہ لوگ بری طرح بدعات خرافات حتی کہ شرک میں بھی مبتلا ہیں مگر انہیں اس کا شعور تک نہیں۔ بے بصیرت اور اپنی خواہشات کے پیچھے چلنے والے علماء نے ان کو یہ باور کرادیا ہے کہ یہ کام نیکی کے ہیں اور جو لوگ ان کو بدعت اور شرک قرار دیتے ہیں وہ صحیح العقیدہ لوگ نہیں ہیں پھر شیطان نے ان اعمال کو خوشنما بنا کر ان کے سامنے پیش کیا ہے تاکہ وہ گمراہی میں مبتلا رہیں ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ ایک نبی کے گذر جانے کے بعد اس کی امت میں ایسے لوگ پیدا ہو جاتے ہیں جو:

یقولون مالا یفعلون و یفعلون ما لا یؤمرون

(صحیح مسلم ج 1 ص 52 کتاب الایمان۔ مشکوۃ۔ منہاج المسلم)

وہ ایسی بات کہتے ہیں جو کرتے نہیں اور وہ کام کرتے ہیں جن کا حکم نہیں دیا گیا۔

یہ حدیث ان پر صادق آجاتی ہے یہ لوگ باتوں کے دھنی ہوتے ہیں مگر

کردار کے بودے اور ان کاموں سے انہیں خصوصی دلچسپی ہوتی ہے جن کے کرنیکا کوئی حکم شریعت نے نہیں دیا ہے جو لوگ بدعتوں میں ملوث ہیں انکے کاموں کا جائزہ لیجئے تو صاف دکھائی دیگا کہ جن کاموں کی اسلام میں کوئی اہمیت نہیں ہے ان پر یہ سر دھڑ کی بازی لگا رہے ہیں اور جو کام دین میں بڑی اہمیت کے ہیں انکی طرف بے اعتنائی برت رہے ہیں۔

لیا عقل و دین سے نہ کچھ کام انہوں نے
کیا دینِ برحق کو بدنام انہوں نے

ان لوگوں میں اصلاح کا کام کرنا بھی آسان نہیں ہے کیونکہ یہ اپنی رائے کے خلاف کچھ سننے کے روادار نہیں ہیں تاہم جن کی فطرت بالکل مسخ نہیں ہوئی ہے اور خیر پسندی کا جذبہ جن میں باقی ہے ان کی اصلاح کی توقع کی جا سکتی ہے یہ کتاب اس غرض سے لکھی گئی ہے کہ یہ آواز اگر ان تک پہنچ سکے تو کیا عجب اللہ تعالیٰ ان کے حق میں اسے مفید بنائے اور انہیں اپنی غلطی کا احساس ہو اور وہ اللہ کی طرف پلٹ آئیں اور ہمارا کام تو ہر حال میں اصلاح کی کوشش کرنا ہے۔

مانو نہ مانو جانِ جہاں اختیار ہے
ہم نیک و بد حضور کو سمجھائے دیتے ہیں

اس طور سے کہ مذہبی جھگڑوں کی فضاء پیدا نہ ہو حق پوری طرح واضح ہو اور اس کے پیش کرنے کا انداز معقول اور دلوں کو اپیل کرنے والا ہو اور جن کی اصلاح مطلوب ہے ان کے ساتھ دردمندی کا اظہار ہو۔

اپنے من میں ڈوب کر پا جا سراغِ زندگی
تو اگر میرا نہیں بنتا نہ بن اپنا تو بن

چونکہ دورِ حاضر میں لوگ ضروریات زندگی سے آگے بڑھ کر کمالیات و جمالیات کی دوڑ میں مشغولیت کے سبب ضخیم کتابوں کا مطالعہ نہیں کر پاتے اسلیئے عام پڑھے لکھے لوگوں کیلیئے ضرورت ہے کہ مختصر کتابچے عام کیئے جائیں تا کہ دینی تعلیم عام ہو سکے اور لوگوں کو دینی بصیرت بہم پہنچے۔ اللہ تعالیٰ محترم محمد صادق خلیل صاحب کی اس محنت کو قبول فرمائے اور لوگوں کیلیئے ذریعہ نجات بنائے اور اللہ ان لوگوں کو جو بے راہ روی میں مبتلا ہیں دین کی سمجھ عطاء فرمائے آمین۔ یارب العالمین۔

والسلام

محمد سلیمان ساجد مری

نائب ناظم اعلیٰ جمعیت اہلحدیث خیر پور سندھ



مقدمہ

اسلام ایک ایسا دین ہے کہ جس میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کا بنیادی تصور اس کے ماننے والوں کو دیا گیا ہے۔ اور یہ واضح کیا گیا ہے کہ الٰہ صرف اللہ تعالیٰ ہے اور اللہ تعالیٰ واحد اور لاشریک ہے۔ جو شخص اسلام میں داخل ہوتا ہے تو وہ دل کی گہرائیوں کے ساتھ یہ اقرار کرتا ہے۔

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْکَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی بھی عبادت کے لائق نہیں وہ اکیلا ہے اور لاشریک ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ جناب محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

عبادت اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کے لئے جائز نہیں رکھی گئی ہے یہی وجہ ہے کہ ایک مسلم دوران نماز اس بات کا واضح اقرار کرتا ہے۔

اِيَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاکَ نَسْتَعِيْنُ. (الفاتحه)

اے اللہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور خاص تجھ ہی سے مدد طلب کرتے ہیں۔

عبادت کی عموماً دو بڑی قسمیں ہیں (1) جسمانی عبادت (2) مالی عبادت۔

(1) جسمانی عبادت میں نماز روزہ جہاد ذکر اللہ دعائیں رکوع وسجود وغیرہ شامل ہیں۔

(2) مالی عبادت میں مال ودولت اناج وغلہ مویشی چوپائے اور اللہ تعالیٰ کی عطاء کردہ دیگر نعمتوں کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنا قربانی کرنا وغیرہ۔

یہ تو سب جانتے ہیں کہ زکوۃ ایک فرضی عبادت ہے جو مال و دولت کے علاوہ جانوروں کھیتوں میں پیدا ہونے والے اناج وسبزیوں وغیرہ پر بھی فرض کی گئی اور اس کا باقاعدہ نصاب مقرر کیا گیا ہے اسی طرح صدقة الفطر کو بھی فرض قرار دیا گیا ہے اس کے علاوہ نفلی صدقات کو بھی اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی ترغیب دی گئی ہے جہاد وقتال کے موقع پر جان کے علاوہ مال بھی اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔

ایک اور چیز جسے عموماً عوام الناس بڑی فراخ دلی سے ادا کرتے ہیں اور جس کا نام نذر ہے نذر ایک ایسی عبادت کا نام ہے کہ جس کو ایک انسان خود اپنے اوپر لازم قرار دیتا ہے نذر عربی زبان کا لفظ ہے جسے فارسی میں نیاز اور اردو اور ھندی زبان میں منت کہا جاتا ہے بعض لوگ جہالت میں آ کر کہہ دیتے ہیں نذر اللہ، نیاز حسین یہ ایسا ہی ہے کہ جیسے کوئی کہے عبادت اللہ کی بندگی حسین کی اب عبادت اور بندگی میں معنی کے لحاظ سے کوئی فرق نہیں۔ لہذا عبادت وبندگی اللہ ہی کے لئے ہوگی اسی طرح نذر و نیاز یا منت یہ سب بھی اللہ ہی کیلئے ادا کرنے ضروری ہیں جب کہ اللہ کے سوا کسی نبی،

ولی، شہید امام وغیرہ کے نام کی نذر و نیاز حرام و ناجائز ہے۔

نذر کے متعلق قرآنی آیات ملاحظہ فرمائیں البقرۃ آیت 270 آل عمران 35 مریم 26 دھر 7 علامہ شامی نذر کے احکامات کا ذکر کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

قَوْلُهٗ بَاطِلٌ وَ حَرَامٌ لِوُجُوْهٍ مِنْهَا اَنَّهٗ نَذْرٌ لِمَخْلُوْقٍ وَالنَّذْرُ لِلْمَخْلُوْقِ لَا يَجُوْزُ لِاَنَّهٗ عِبَادَةٌ وَالْعِبَادَةُ لَا تَكُوْنُ لِمَخْلُوْقٍ وَ مِنْهَا اَنَّ الْمَنْذُوْرَ لَهٗ مَيِّتٌ وَالْمَيِّتُ لَا يَمْلِكُ وَ مِنْهَا اَنَّهٗ ظَنَّ اَنَّ الْمَيِّتَ يَتَصَرَّفُ فِي الْاُمُوْرِ دُوْنَ اللّٰهِ تَعَالٰى وَاعْتِقَادُهٗ ذٰلِكَ كُفْرٌ (رد المختار جلد دوم ص 431 طبع مصر 1966ء بحوالہ قبر پرستی ایک حقیقت پسندانہ جائزہ ص 23 حافظ صلاح الدین یوسف طبع مکتبہ ضیاء الحدیث لاہور)

یعنی اس نذر بغیر اللہ کے باطل اور حرام ہونے کے کئی وجوہ ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ:

☆ یہ قبروں کے چڑھاوے وغیرہ مخلوق کے نام کی نذریں ہیں اور مخلوق کے نام کی نذر جائز ہی نہیں اس لئے کہ (نذر بھی) عبادت ہے اور عبادت کسی مخلوق کی جائز نہیں۔

☆ اور ایک وجہ یہ ہے کہ مَنْذُوْرٌ لَهٗ (جسکے نام کی نذر دی جاتی ہے) مُردہ ہے اور مُردہ کسی چیز کا اختیار نہیں رکھتا۔

☆ اور ایک وجہ یہ ہے کہ نذر دینے والا شخص مُردوں کے متعلق یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ وہ اللہ کے سوا کائنات میں تصرف کرنے کا اختیار رکھتے ہیں حالانکہ مُردوں کے متعلق ایسا

عقیدہ رکھنا بھی کفر ہے۔

اسلام سے دوری اور جہالت کی بناء پر لوگوں نے فاتحہ اور نذر و نیاز کے کچھ مخصوص طور طریقے مقرر کر لئے ہیں جسے وہ پوری پابندی سے ادا کرتے ہیں ایسے لوگ نماز روزے کی تو پرواہ نہیں کرتے لیکن ان رسومات کی وہ سختی سے پابندی کرتے ہیں اور ہر سال مقررہ دنوں میں ان نیازوں کو پابندی سے ادا کرتے ہیں مثلاً امام جعفر صادق رحمتہ اللہ علیہ کے کونڈے بڑے پیر کی گیارھویں امام حسین رضی اللہ عنہ کی سبیل بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا کے نام کی نیاز امام حسین رضی اللہ عنہ کے نام کا کھچڑا وغیرہ ان نیازوں کی عموماً ان بزرگوں کے ناموں ہی سے شہرت ہے اور جس چیز کو اللہ کے سوا کسی دوسرے کے نام پر شہرت دی جائے تو ایسی نیاز کا ادا کرنے والا مشرک اور یہ نیاز حرام ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَمَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ (البقرۃ آیت 173)

اور ہر وہ چیز کہ جس پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام پکارا گیا ہو (تم پر حرام ہے)

کسی چیز کو جب غیر اللہ کے تقرب کیلئے نامزد کر دیا جاتا ہے اور یہ عقیدہ رکھ کر نیاز ادا کی جاتی ہے کہ اگر اسے ادا کریں گے تو وہ بزرگ خوش ہو جائیں گے اور مالوں میں برکت ڈال دیں گے اور مرادیں پوری کر دیں گے اور اگر ان کے نام کی منت ادا نہ کی گئی تو وہ ناراض ہو جائیں گے اور مال و کاروبار کو تباہ و برباد کر دیں گے غیر اللہ سے تقرب کا ایسا عقیدہ یقیناً شرک ہے باقی عبداللہ کی گائے عقیقہ کا بکرا اور ولیمہ کا کھانا اس زمرے میں شامل نہیں ہے کیونکہ عبداللہ کی گائے سے مراد وہ گائے ہے کہ

جس کا وہ شرعی طور پر مالک ہے اور عقیقہ کے بکرے سے مراد وہ بکرا ہے جسے اسلامی احکام کے مطابق ذبح کیا گیا ہو اور یہی حکم ولیمہ کا ہے اور اس سے تو مولود یا دولہا وغیرہ کا تقرب حاصل نہیں کیا جاتا اسی طرح ایصال ثواب میں میت کی طرف سے جو کھانا وغیرہ دیا جاتا ہے اس کا مقصد میت کو اس نیکی کا اجر و ثواب پہنچانا مقصود ہوتا ہے اور اس کا تقرب حاصل کرنا مقصود نہیں ہوتا۔

یہ امر کس قدر افسوس ناک ہے کہ آج کے مسلمان اپنے مالوں کو غیر اللہ کی نذر و نیاز میں خرچ کر کے اپنے پاکیزہ اور حلال مالوں کو حرام بنا ڈالتے ہیں اور اس طرح وہ دنیا کا گھاٹا اور نقصان بھی حاصل کرتے ہیں اور اپنی آخرت بھی تباہ و برباد کر لیتے ہیں۔

خسر الدنیا والآخرۃ ذلک ھو الخسران المبین

نذر و نیاز کے سلسلہ میں پاک و ہند میں جہاں اور بہت سے رسومات ادا کی جاتی ہیں اور انہیں پورے زور و شور سے ادا کیا جاتا ہے وہاں کونڈے بھرنے کا رواج بھی کافی شہرت حاصل کر گیا ہے یہ رسم اسلامی مہینہ کی 22 رجب کو منائی جاتی ہے اور اسے جناب جعفر صادق رحمہ اللہ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے حالانکہ 22 رجب امام جعفر صادق کا نہ یوم پیدائش ہے اور نہ یوم وفات بلکہ یہ دن مشہور صحابی اور کاتب وحی جناب معاویہ رضی اللہ عنہ بن ابی سفیان کا یوم وفات ہے دراصل شیعوں نے معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کی خوشی میں اس دن کو یوم عید منانے اور ان کی وفات پر خوشی کا اظہار کرنے کیلئے اس رسم کو ایجاد کیا اور جب سنیوں نے انہیں اس طرح چپکے

چپکے کھیر اور پوریاں کھاتے دیکھا تو معلوم کرنے پر انہی یہ کہہ دیا گیا کہ یہ ہم امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کے نام کی نیاز ادا کرتے ہیں اور پھر اس کے ساتھ لکڑ ہارے کی داستان چسپاں کر کے سینوں کو یقین دلانے کی بڑی کوشش کی گئی جہلاء اور خواتین نے اس رسم کو ہاتھوں ہاتھ لیا اور دیکھتے ہی دیکھتے یہ رسم پورے ہندوستان میں پھیل گئی۔

امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق داستان گو نے جو واقعہ بیان کیا ہے اس دور میں مسلمانوں کا دارالخلافہ ملک شام تھا جس میں مسلمانوں کے خلیفہ اور دیگر وزراء وغیرہ رہتے تھے مدینہ میں مرکز کی طرف سے صرف گورنر کا تقرر کیا جاتا تھا لہٰذا اس دور میں مدینہ طیبہ میں کسی بادشاہ وزیر وزیر اعظم اور شہزادے کا دور دور تک کہیں نام ونشان نہ تھا اور یہی بات اس افسانے کے جھوٹا ہونے کے لئے کافی ہے اور داستان گو نے بادشاہ وزیر اعظم وزیر اور شہزادے کا نام تک ذکر نہیں کیا جیسا کہ مصنف نے یہ بات لکھی ہے اور یہ داستان گو کی کمال ہوشیاری ہے کیونکہ ان کے اسماء ذکر کرنے سے داستان گو کی داستان کا پول کھل جاتا پھر اس داستان کا ماضی کی کتابوں میں کوئی تذکرہ نہیں ملتا کیونکہ اسے رام پور میں بیسوی صدی کی ابتداء میں وضع کیا گیا اس لئے ماضی کی کتابوں میں اس کا ذکر کیسے مل سکتا ہے؟ اور اس داستان کے وضع کرنے والے روافض ہیں کیونکہ جھوٹ اور تقیہ شیعیت کا اوڑھنا اور بچھونا ہے۔

اس داستان کے جھوٹا ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ جس دور میں اسے تحریر کیا گیا یہ دور داستان گوئی کا دور کہلاتا ہے اور اس دور میں انتہائی دلچسپ حیرت انگیز اور دیو مالائی قسم کی طویل کہانیاں اور داستانیں لکھی گئیں اسی دور میں قصہ چہار درویش

،طوطا مینا، داستان امیر حمزہ رضی اللہ عنہ، الہ دین کا جادوئی چراغ، عمرو عیار کی کہانیاں داستان علی رضی اللہ عنہ وغیرہ تحریر کی گئیں۔

ہمارے فاضل دوست محترم جناب الشیخ محمد صادق خلیل پیش امام راشدی مسجد موسیٰ لائن نے اس داستان کا خوب خوب تجزیہ کیا ہے اور اس داستان کے خاص خاص حصوں کا علمی تحقیقی اور عقلی لحاظ سے جائزہ لیا ہے اللہ تعالیٰ موصوف کی اس محنت کو قبول فرمائے اور اس کتاب کو عوام الناس کے لئے ہدایت کا ذریعہ بنائے۔

ابو جابر عبداللہ دامانوی

مفتی جمعیۃ اھل حدیث سندھ حلقہ لیاری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم اما بعد!

فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلَّذِیْنَ یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَہٗ اُوْلٰٓئِکَ الَّذِیْنَ هَدٰهُمُ اللّٰهُ وَ اُوْلٰٓئِکَ هُمْ اُوْلُوا الْاَلْبَابِ (الزمر:18)

ترجمہ: جو بات کو کان لگا کر سنتے ہیں پھر جو بہترین بات ہو اس کی اتباع کرتے ہیں یہی ہیں جنہیں اللہ نے ہدایت دی ہے اور یہی عقلمند بھی ہیں۔

دین اسلام ایک سیدھا اور مکمل دستورِ حیات ہے جسے اختیار کرنے میں دنیا و آخرت کی کامرانیاں پنہاں ہیں۔ یہ ایک ایسی روشن شاہراہ ہے جہاں رات دن کا کوئی فرق نہیں اور نہ ہی اسمیں کہیں پیچ و خم ہے اللہ تعالیٰ نے اس دین کو انسانیت کیلئے پسند فرمایا اور رسول اللہ ﷺ کی زندگی ہی میں اسکی تکمیل فرما دی ارشاد ربانی ہے۔

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا. (المائدہ:3)

آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری

کردی اور تمہارے لئے اسلام کو بحیثیت دین پسند فرمایا۔

رسول اللہ ﷺ نے ان لفظوں میں اپنی امت کو نصیحت فرمائی۔

ترکت فیکم امرین لن تضلوا ما تمسکتم بھما کتاب اللہ و سنتی (موطا، الحاکم)

میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں جب تک ان دونوں کو مضبوطی سے پکڑے رہو گے ہرگز گمراہ نہ ہو گے اللہ کی کتاب اور میری سنت۔

اب کتاب اور سنت ہی بنیاد دین قرار پائے عقیدہ عبادت معاملات اخلاق غرضیکہ جملہ شعبہائے زندگی میں یہی دلیل اور رہنما ٹھہرے ہر میدان میں ان کی پابندی ضروری قرار پائی اور اسی کتاب وسنت کی اتباع کامل کا نام دین اسلام ٹھہرا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے کتاب وسنت کو جان سے لگائے رکھا ان کے معاشرے میں کتاب وسنت کو قیادی حیثیت حاصل رہی اور اسی شاہراہ پر گامزن رہ کر دنیا و آخرت کی کامرانیوں سے ہمکنار ہوئے۔

مسلمانوں کیلئے دین اسلام کو سمجھنے کے لیے سرچشمے دو ہیں ایک اللہ کی کتاب اور دوسری رسول اللہ ﷺ کی حدیث شریف۔ مسلمان جب تک ان دونوں سے اپنا تعلق مضبوط رکھیں گے اور زندگی کے ہر موڑ پر ان سے رہنمائی حاصل کرتے رہیں گے تو کبھی بھی راہِ حق سے نہیں بھٹکیں گے۔

آج مسلمانون میں بہت زیادہ دینی اختلاف اور مذہبی فرقے ہیں اور

مسلکی جھگڑے اور فساد بڑھ چڑھ کر ہیں اس کا سبب بھی یہی ہے کہ ہم نے کتاب و سنت کو پسِ پشت ڈال دیا ہے اور آنکھیں بند کر کے فرقوں اور شخصیتوں کے پیچھے لگ چکے ہیں اور نئے نئے طریقے ایجاد کر لئے ہیں اور ہم بدعات اور خرافات کے پیروکار بن چکے ہیں جس کی وجہ سے آج ہم اس منزل تک پہنچے ہیں۔

زندگی گذارنے کا بہترین طریقہ اللہ کی کتاب اور رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے جو ہماری پوری زندگی میں رہنمائی کرتی ہیں جب مسلمانوں کا تعلق کتاب و سنت سے کمزور ہو جاتا ہے اور وہ ان کو چھوڑ کر دوسری طرف دیکھتا ہے تو اس کو زندگی کی اور راہیں دکھائی دیتی ہیں جو اس کو اپنی طرف کھینچتی ہیں ان دوسری راہوں کو (دین سمجھنا) شریعت میں بدعت کہا گیا ہے۔ ارشادِ گرامی ہے ہر بدعت گمراہی ہے اور گمراہی انسان کو دوزخ میں لے جانے والی ہے۔

یاد رہے اگر بدعت کا ایک بار دروازہ کھل گیا تو پھر اس کا بند ہونا بڑا ہی مشکل ہے یہی سبب ہے کہ آج مسلمانوں میں ہزاروں کی تعداد میں بدعات پھیلی ہوئی ہیں اور پھیلتی جارہی ہیں بدعت کا ایک بڑا نقصان یہ ہے کہ جب ایک بدعت اختیار کی جاتی ہے تو اس کے بدلے میں ایک سنت مٹ جاتی ہے اسی طرح پھر بدعتیں بڑھتی جائیں گی اور سنتیں مٹتی جائیں گی حتی کہ مسلم معاشرہ بدعتوں اور رسموں کا مجموعہ بن جائے گا۔

اسلام کی روشن تعلیم کے بعد بدعات اور خرافات کو اختیار کرنا اور محمد ﷺ کا امتی ہونے کے باوجود قرآن و حدیث کو چھوڑ کر اِدھر اُدھر دیکھنا یہ مسلمان کے

شایان شان نہیں۔

الغرض ہمیں زندگی کے تمام معاملات میں چاہے انفرادی ہوں چاہے اجتماعی چاہے سیاسی ہوں یا سماجی چاہے عدالتی ہوں یا معاشرتی قرآن وحدیث کو اپنا رہنما بنانا چاہیئے۔ جب کوئی شخص دین کے حوالہ سے بات کرے تو اس سے قرآن و حدیث کا حوالہ طلب کیا جائے کہ جب یہ بات قرآن وحدیث سے ثابت کر کے دیں تو ہماری آنکھوں پر ہم ماننے کیلئے تیار ہیں لیکن اگر قرآن وحدیث سے ثابت نہیں تو پھر ہم اس کو تسلیم کرنے کے پابند نہیں ہیں۔

قارئین توجہ فرمائیں! جوں جوں زمانہ گزرتا جارہا ہے کتاب وسنت کی پکڑ ڈھیلی ہوتی جارہی ہے اور بدعات اور خرافات نے ہر شعبہ میں اپنے پاؤں جمانے شروع کر دیئے ہیں اور اسوقت پورے دین کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے آج کتاب وسنت کی دعوت لوگوں کو انوکھی لگتی ہے کیونکہ بدعات اور خرافات کو ہی دین سمجھ لیا گیا ہے۔

افسوس ہے کہ آج مسلمانوں نے ہر مہینہ میں کوئی نہ کوئی بدعت ضرور نکالی ہوئی ہے کسی بھی مہینہ کو معاف نہیں کیا۔ مقدس مہینوں کے ناموں کو بگاڑ کر رکھ دیا ہے کوئی ماتم اور نیاز کا مہینہ، تو کوئی نحوست کا مہینہ، کوئی جشن اور قوالی کا مہینہ کوئی گیارھویں کا کوئی عرس اور چہلم کا کوئی بڑی رات کا کوئی شبینہ کی رات کا کوئی قبرستان میں جانے کا اور ایک مہینہ کو کونڈوں کا مہینہ بنا دیا اور ہندوستان اور پاکستان میں بڑی عقیدت کے ساتھ کونڈے بھرے جاتے ہیں اگر کسی کے پاس پیسے نہیں تو قرضہ لیکر بھی کونڈے بھرتا ہے حتی کہ کچھ تو ایسے ہیں جنکے پاس پیسے نہیں ہیں مگر اڑوس پڑوس سے

بھیک مانگ کر بھی کونڈے بھرتے ہیں سوچتے ہیں کہ اس ثواب سے ہم محروم نہ رہ جائیں کیونکہ ان کو مولویوں نے جوایسی پٹی پڑھائی ہوئی ہے اور بدقسمتی کی بات ہے کہ یہ ساری مصیبتیں ہمارے پاکستان اور ہندوستان میں ہیں اور کسی ملک میں نہیں۔ پاکستان کی تو کیا ہی بات ہے پورے دنیا کے ممالک میں سے بدعات وخرافات کے لحاظ سے پاکستان فرسٹ پوزیشن پر آرہا ہے یہ سب پاکستانیوں کی کرم نوازیاں ہیں پاکستان کے نام کو دیکھ کر تو بڑی خوشی ہوتی ہے مگر پاکستان کے حالات کو دیکھ کر رونا آجاتا ہے

اگر حق بات کہتا ہوں تو مزہ اُلفت کا جاتا ہے
اگر خاموش رہتا ہوں تو کلیجہ مُنہ کو آتا ہے

افسوس کہ آج پاکستان کو بدعتستان، کفرستان اور شرکستان بنا دیا گیا ہے ذرا نظر دوڑائیں پاکستان میں، کیا کچھ نہیں ہو رہا سب کچھ ہو رہا ہے ایک طرف بے شعور حکمران پاکستان کو تباہ کرنے میں تُلے ہوئے ہیں تو دوسری طرف ضمیر پرست مُلاں اس کے بگاڑنے کیلئے خرافات کے تیر اور بدعات کے کلہاڑے لئے کھڑے ہیں۔

سچ فرمایا تھا شہیدِ اسلام علامہ احسان الٰہی ظہیر رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعۃ نے کہ یہ ملک (پاکستان) پنساریوں کا ملک ہے جس طرح پنساری کے پاس ہر چیز ملتی ہے املی سے لیکر اجوائن تک ہر چیز ملتی ہے پاکستان میں دین بھی ایسا ہی ہے اس دین میں مولوی ہاتھ ڈالتا ہے جو چیز چاہے نکال کر دکھاتا ہے۔

اب ذرا کچھ فاصلہ آگے چلئے اور پھر:

آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا

بتاؤں تمہیں اب وہ باتیں تمام — بنایا جنہوں نے ہے اپنا غلام
لکھوں بعد اس کے وہ باتیں تمام — ڈبویا جنہوں نے ہے مذہب کا نام
وہ ہیں چند رسمیں پلید ورذیل — ہوئے جن کے باعث مسلمان ذلیل
کیا بس ہے رسموں نے گمراہ انہیں — نہیں دین و ایمان کی پرواہ جنہیں
جہالت کی رسموں پہ کرنا یقین — یہی ان کی دنیا یہی ان کا دین
کریں رسم بدعت میں دولت خراب — نبی کا ہو غصہ اللہ کا عتاب
سناؤ پیام اللہ و رسول ﷺ — کریں گے نہ ہرگز اسے وہ قبول
وہ جھوٹے قصوں پر تو کرلیں یقین — ولیکن حدیثوں پہ ایمان ہے نہیں انہیں
رہیں شرک و بدعت پہ ہردم فدا — لٹائیں وہ بے ہودہ دولت سدا
کرتے ہیں وہ دن رات رسمیں ہزار — نہیں ہے جن کی کچھ بھی حدوشمار
یہ کونڈوں کی ہے رسم اچھی نہیں — کہے پر ہمارے کرو تم یقین
ہے بدعت کا کرنا کہاں پر روا — بتاؤ تو آکر ہمیں تم ذرا
کرے شرک مسلم یہ زیبا نہیں — یہ مردِ مسلمان کا شیوہ نہیں
رکھے بدعتوں پر جو اپنا یقین — ہدایت کے رستے پر وہ ہرگز نہیں
پڑا بدعتوں کا ہو جس پر وبال — ضلالت سے بچنا ہے اس کا محال
مراسمِ قبیحہ میں لگ کر مُدام — نہ نفسِ لعین کے بنو غلام
خدا کی دل میں جو عظمت ذرا — اماموں کو سمجھو نہ حاجت روا

جو ہیں دنیا میں مرد پرہیزگار
میں کہتا ہوں ان سے یہی بار بار
نہ مانو گے گر تم کسی کا کہا
تو پاؤ گے عقبیٰ میں اس کی سزا
میں کہتا ہوں تم سے سنو ذرا
کہ کونڈوں کا کرنا نہیں ہے روا
لو کونڈوں کا کچھ حال اب تم سنو
رجب کے مہینے میں ہوتے ہیں جو
نہ قول ائمہ میں اس کا پتا
نہ دیگر کتابوں میں دیکھا لکھا
جو ہیں دین کے رہنما و پیشوا
وہ لکھتے ہیں اس کو سراسر برا
نہ اس بات پر ہو تمہارا یقین
تم عالموں سے یہ پوچھو کہیں
جو تم عالموں سے یہ پوچھو گے جا کر
وہ دیں گے تمہیں سب حقیقت بتا کر
سنو گے جو ان سے تو تم بالیقین
کہے ہمارے پر کرو گے یقین
اسے تم ذرا یاد رکھنا مگر
نہ جانا کہیں نیم مُلّوں کے گھر
وگرنہ کریں گے وہ ایماں خراب
ملے گی نہ تم کو پھر راہِ صواب

میری قسمت سے الٰہی پائیں یہ رنگِ قبول
پھول کچھ میں نے چنے ہیں ان کے دامن کیلئے

داستانِ عجیب

لو کونڈوں کا کچھ حال اب تم سنو
رجب کے مہینے میں ہوتے ہیں جو

مشکل بہت پڑے گی برابر کی چوٹ ہے
آئینہ دیکھیے گا ذرا دیکھ بھال کے

جس کہانی پر یہ عمارت تعمیر کی گئی ہے اور جس داستان پر یہ بلڈنگ کھڑی کی

گئی ہے اب ذرا اس کا جائزہ لیجئے اور حقیقی بات یہ ہے کہ افسانے اور کہانیاں اکثر من گھڑت جھوٹ کا پلندہ ہوا کرتی ہیں جن کا حقیقت سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہوا کرتا اور اللہ کے فضل وکرم سے جب تک اہلحدیث موجود ہیں وہ ان ٹوٹی پھوٹی عمارتوں اور خوابوں پر قائم کی ہوئی بلڈنگوں کو قرآن وحدیث کے مضبوط ہتھوڑے سے توڑتے اور گراتے رہیں گے اور یہ آواز بلند کرتے رہیں گے کہ لوگو یہ بلڈنگ اور عمارت کچی اور پکی بنی ہوئی ہے اس سے نکل جاؤ یہ آج یا کل گرنے والی ہے اس کا کوئی بھروسہ نہیں اب جو اس آواز کو سن کر نکل آئے گا اس کی جان اور مال ہلاکت سے بچ جائے گا لیکن جو ضد اور ہٹ دھرمی بغض اور تعصب کی وجہ سے نہیں نکلے گا اپنے سامان کو بھی تباہ کروائے گا اور اپنی جان کو بھی ضائع کرے گا تو اس طرح کی بلڈنگوں کا سہارا لینے والے اپنی جان کھو بیٹھتے ہیں اسی طرح افسانوں اور کہانیوں پر بنی ہوئی عمارت کا سہارا لینے والے بھی اپنا ایمان کھو بیٹھتے ہیں۔

آزاد رو ہوں اور میرا مسلک ہے صلح کل
ہرگز کبھی کسی سے عداوت نہیں مجھے

تعجب ہے کہ اکثر عوام بغیر سوچے سمجھے اس من گھڑت افسانہ کے سچا ہونے پر ہر طرف آنکھ بند کر کے بڑی عقیدت کیساتھ ایمان لے آتے ہیں اور افسوس تو ان لوگوں پر ہے جو بڑے پڑھے لکھے ہیں بڑی بڑی ڈگریاں حاصل کر چکے ہیں لکھنے پڑھنے میں زیر زبر کی غلطی نہیں کرتے حساب کتاب میں کبھی دھوکہ نہیں کھاتے گفتگو کرنے میں بڑے ماہر خرید وفروخت میں بہت ہوشیار کبھی دھوکہ نہیں کھاتے کوئی چیز

دیکھتے ہیں تو فوراً پہچان لیتے ہیں کہ اصلی ہے یا نقلی اچھی کوالٹی کی ہے یا دو نمبر ہے لیکن وہ ان باتوں میں دھوکہ کیسے کھاتے ہیں من گھڑت قصوں اور کہانیوں کو کیسے قبول کر لیتے ہیں۔

بڑے شوق سے سن رہا تھا زمانہ
ہمیں سو گئے داستاں کہتے کہتے
حسرت ہے دورِ جہل ہے دولت کو ہے فروغ
اب ہم سے قدر دانی علم و عمل گئی

تو بہر حال جس طرح آدمی کوئی چیز خریدتا ہے تو پوری طرح دیکھتا ہے خراب نہ ہو ٹوٹی ہوئی نہ ہو کوئی داغ نہ ہو جب نہ ہو تو اسی طرح آدمی مسلک کو بھی دیکھ کر اختیار کرے اور پوری تحقیق کر کے اس کو اپنا لے۔

قارئین کرام! اب ذرا تحقیق کا چشمہ پہن کر دل کو سنجیدہ بنا کر اور انصاف کا ترازو لیکر اور آنکھوں میں قرآن و حدیث کا سرمہ ڈال کر اس کہانی کو پڑھیں پڑھنے کے بعد اس پر غور و فکر کریں۔ اور پھر اس کو پرکھیں۔

لکڑ ہارے کا افسانہ

یہ اس زمانے کی بات ہے جب کہ امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ حیات تھے مدینہ منورہ میں ایک لکڑ ہارا رہتا تھا جو "کفا انْدک و عیال بسیار" کے چکر میں پڑا ہوا تھا یعنی اس کی اولاد بہت تھی اور کھانے کو تھوڑا۔ جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر لانا اور بازار میں جا کر بیچنا پس یہی اس کا ایک ذریعہ معاش تھا اس ذریعہ سے روز کے روز

جو پیسے اسکو ملتے تنگی ترشی سے وہ انہی پیسوں میں اپنا گذر بسر کرتا تھا۔ اور اگر کسی دن لکڑیاں نہ ملتیں یا نہ بکتیں تو اس دن سارے گھر کو فاقے میں رات بسر کرنا پڑتی تھی۔

اس طرح پریشانی اور تنگدستی کی زندگی بسر کرتے جب ایک زمانہ گذر گیا تو مدینہ کی بود و باش سے لکڑہارے کی طبیعت اچاٹ ہوگئی وہ دیس چھوڑ کر پردیس چلا گیا کہ شاید پردیس ہی میں پہنچ کر قسمت کی برگشتگی اور زمانے کی گردش سے نجات مل جائے (میں یہاں رک کر کہونگا کہ جب کونڈوں کا افسانہ بنانا ہی تھا تو ظاہر ہے لکڑہارے کو آگے پیچھے کرنا ہوگا اور اس پر پریشانیوں کے پہاڑ ڈالنے ہونگے تا کہ کونڈوں کی کرامت صحیح واضح ہو اور افسانہ چمک جائے)۔ لیکن عسرت اور تنگدستی نے وہاں بھی اسکا پیچھا نہ چھوڑا وہی جنگل سے کاٹ کاٹ کر لکڑیاں لانا اور پیٹ پالنا جو دیس میں اسکا معمول تھا وہی پردیس میں بھی رہا اور اس نے اسی حال میں پردیس میں رہ کر اپنی زندگی کے بارہ سال گزار دیئے۔ (اب ذرا ٹھہر کر ٹھنڈے دماغ سے سوچئے کہ انسان تھا کہ جن تھا بارہ سال بغیر گھر والوں کے اس نے گذارے اور ظاہر ہے نہ اسکا وہاں کوئی گھر ہوگا نہ دوست احباب ہونگے کیونکہ وہ تو اجنبی تھا اب کیا کیا جائے بہر حال کہتے ہیں مثل مشہور ہے کہ (جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے)

آگے چلئے! اب پردیس میں رہ کر اسے گھر یاد آتا تھا بچے یاد آتے تھے اور بیوی یاد آتی تھی لیکن نہ کبھی پاس پیسہ ہوا کہ کچھ بچوں کو بھیجتا اور نہ شرم اور ندامت نے اسے اسکی ہمت دی کہ گھر واپس آتا ادھر جب گھر سے لکڑہارے کے لاپتہ ہو جانے پر گھر والوں کا کوئی سہارا نہ رہا تو لکڑہارے کی بیوی نے وزیر کے محل میں حاضری دیکر

وزیر کی بیگم کے سامنے اپنا دکھ درد بیان کیا اور وزیر کی بیگم نے ترس کھا کر لکڑ ہارن کو اپنی خادمہ بنالیا اور گھر میں جھاڑو دینے کی خدمت اسکو سونپ دی (اب ذرا سوچئے لکڑھارے کی بیوی نے یہ نہیں کہا کہ میرے شوہر کا پتہ کیا جائے اسے تلاش کیا جائے کیونکہ کونڈوں کا قصہ بنانا جو ہوا آفرین ہو اسکو جس نے یہ قصہ گھڑا ہے پیٹ کی خاطر ایسی باتیں کر کے اپنا ایمان فروخت کر دیتے ہیں) اور اسطرح اسکی اور اسکے بچوں کی گذر بسر کی گاڑی چلتی رہی اور ایک اچھی صورت نکل آئی پھر لکڑ ہارے کی بیوی بچوں کو وزیر کے محل میں جب فراغت سے کھانے پینے کو ملا تو انکی رگوں میں خون دوڑنے لگا اور بھوک سے مرجھائے چہروں پر کچھ رونق آنے لگی۔

ایک دن کا ذکر ہے کہ لکڑ ہارے کی بیوی وزیر کے محل کی ڈیوڑھی میں جھاڑو دے رہی تھی اتنے میں امام جعفر صادق رحمہ اللہ تعالیٰ کا اپنے ساتھیوں کے ساتھ اس طرف سے گذر ہوا اور جب آپ وزیر کی ڈیوڑھی کے پاس پہنچے تو ایک دم ڈیوڑھی کے سامنے کھڑے ہو گئے اور اپنے عقیدت مندوں سے پوچھنے لگے کہ یہ کونسا مہینہ ہے اور آج چاند کی کونسی تاریخ ہے عقیدت مندوں نے بصد عرض کیا کہ یہ رجب کا مہینہ ہے اور آج چاند کی بائیسویں تاریخ ہے۔

پھر پوچھا معلوم ہے تم کو کہ رجب کی بائیسویں تاریخ کی کیا فضیلت ہے عرض کیا جناب آپ ہی بہتر جانتے ہیں ارشاد ہوا سنو اس تاریخ کی بڑی فضیلت ہے اگر کوئی برگشتہ قسمت گردش روزگار سے کسی مصیبت یا پریشانی میں مبتلا ہو یا رزق کی تنگی نے اسے دبا لیا ہو اس کی کوئی حاجت پوری نہ ہو رہی ہو تو اس کو چاہیئے کہ وہ رجب کی

22 تاریخ کو نہا دھو کر عقیدت کے ساتھ میرے نام کے کونڈے بھرے یعنی بازار سے نئے کورے کونڈے خرید کر لائے اور انہیں گھی میں تلی ہوئی میٹھی خستہ پوریوں سے بھرے پھر صاف چادر بچھا کر کونڈوں کو اس چادر پر رکھے اور پورے اعتقاد کے ساتھ میرا فاتحہ کرائے اور میرا ہی وسیلہ پکڑ کر اللہ سے دعا کرے تو اس کی ہر مشکل رفع اور ہر حاجت دم کے دم میں پوری ہو جائے گی اور اگر اس طرح کے عمل کے بعد بھی کسی کی مراد پوری نہ ہو تو وہ قیامت کے دن میرا دامن پکڑ سکتا ہے اور مجھ سے اس کی باز پرس کر سکتا ہے آپ نے یہ سب کچھ ارشاد فرمایا اور پھر اپنے ہمراہیوں کے ساتھ وزیر کی ڈیوڑھی سے آگے بڑھ گئے (اب دیکھئے اور مسکرائیے کہ جس نے قصہ گھڑا ہے اس کا اصل مقصد حلوہ اور میٹھی خستہ پوریاں تھی اس نے ایسا مضمون بنایا تا کہ حلوہ اور خستہ پوریاں کسی طریقے سے آجائیں۔ کہتے ہیں کہ مثل مشہور ہے کہ ''بلی کو خواب میں چھیچھڑے کی یاد''۔ مُلاّں بیچارے کو بھی حلوہ یاد آتا ہے اس لئے جفاکشی کر کے یہ قصہ ٹھوکا ہے اور پھر کہتا ہے کہ کونڈے بھرنے سے اگر مراد پوری نہ ہو تو قیامت کے دن میرا دامن پکڑ سکتا ہے اور پوچھ گچھ کر سکتا ہے۔ مزے کی بات ہے کہ قصہ بنانے والے نے کیسی ہوشیاری کے ساتھ کام لیا ہے کہ ویسے شاید لوگ کونڈے نہ بھریں، حلوہ کا شکار ہاتھ سے نکل جائے، اس لئے اس نے گارنٹی بیان کی ہے تا کہ کونڈے پکے ہو جائیں یعنی لوگ کونڈے ضروری بھریں۔ یہ سب کیا ہے؟ عربی کا مقولہ ہے کہ (بطن المرأ عدوہ) انسان کا پیٹ اس کا دشمن ہے۔ بہر حال قصہ بنانے والے پر بڑی حیرت ہوتی ہے۔ اس نے بڑی محنت کی ہے۔ اس بیچارے کا قصور نہیں کیونکہ پیٹ کے لئے

کچھ کرنا پڑتا ہے اور اس طرح کے لوگ بہت کچھ کرتے ہیں۔

اب آگے چلیئے: لکڑہارے کی خستہ حال بیوی جو وزیر کے محل کی ڈیوڑھی میں جھاڑو دے رہی تھی اس کو جب امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کی زبانِ مبارک سے گردشِ روزگار سے نجات حاصل کرنے کا یہ گُر معلوم ہوا تو اس کی خوشی کی کوئی حد نہ رہی۔ وہ سب کام کاج چھوڑ کر فوراً کونڈوں کے اہتمام میں مصروف ہوگئی۔ (میں یہاں بیان کروں گا، یہی ہے اندھی تقلید کہ بغیر تحقیق کے سنی سنائی باتوں پر عمل کرنا۔ یہ قصہ ہی جھوٹا ہے۔ ویسے ہی سمجھانے کے لئے کہہ رہا ہوں)۔ اور نہا دھو کر بڑی عقیدت سے ساتھ بتائے ہوئے طریقے پر اس نے خستہ پوریوں کے کونڈے بھرے اور انہیں صاف چادر پر رکھ کر بڑے سچے دل کے ساتھ امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کی فاتحہ کروائی اور دعا کی کہ اے اللہ! امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کے صدقے میں میرے دل کے درد دور کر دے۔ میرا شوہر خیریت سے گھر آ جائے اور جب آئے تو اپنے ساتھ کچھ مال اور دولت لے کر آئے۔

اب ادھر کی سنو: لکڑہارا بارہ برس سے پردیس میں بڑی عسرت اور تنگ حالی کی زندگی گزار رہا تھا لیکن امام صاحب کی کرامت دیکھیئے اور کونڈوں کی برکت دیکھیئے کہ جیسے ہی مدینہ میں لکڑہارے کی بیوی نے امام صاحب کے کونڈے بھرے ویسے ہی پردیس میں لکڑہارے کے دن پھرے (دن تو پھرنے ہی تھے کیونکہ قصہ جو بنایا تھا اور کونڈے جو کیئے گئے۔ ظاہر ہے کرامت ہوگی۔ افسوس ہے اس دجال پر جس نے یہ قصہ بنایا)۔

ایک دن وہ جنگل میں لکڑیاں کاٹ رہا تھا کہ اچانک کلہاڑی اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر زمین پر جا گری۔ کلہاڑی گرنے سے زمین پر جو دھما کہ ہوا اس سے لکڑ ہارے نے اندازہ لگایا کہ یہاں کی زمین شاید اندر سے کچھ خالی ہے۔ اس نے زمین کھودنا شروع کی۔ ابھی زمین کھودتے زیادہ وقت نہ لگا تھا کہ ایک بڑا شاہی دفینہ زمین سے برآمد ہوا۔ زر و جواہر، سونا چاندی، مال زیور اور بیشمار روپیہ پیسہ۔ غرض اس دفینہ سے ایک بڑا خزانہ لکڑ ہارے کے ہاتھ لگا جس نے دم کے دم میں لکڑ ہارے کے دن پھیر دیئے اور اس خستہ حال زندگی میں ایک تعمیری انقلاب پیدا کر دیا۔

لکڑ ہارے نے اس بے پایاں دفینہ پر قبضہ کر کے آہستہ آہستہ اپنی زندگی میں امیرانہ سدھار پیدا کیا۔ اب نوکر چاکر، باندی غلام، اونٹ، خچر اور بہت سے گھوڑے اور امارت کا دوسرا وافر سامان اس کے پاس موجود تھا۔ یہ سارا ساز و سامان اور دفینہ سے نکلی ہوئی ساری دولت لے کر بڑے امیرانہ ٹھاٹ اور بڑی رئیسانہ شان و شوکت کے ساتھ مدینہ منورہ اپنے مکان پر پہنچا۔ گھر پہنچ کر لکڑ ہارے نے وزیر کے محل کے ساتھ ہی اپنا ایک عالیشان مکان تعمیر کرایا اور بڑے ٹھاٹھ سے امیرانہ زندگی بسر کرنا شروع کر دی۔ لیکن وزیر کی بیگم کو لکڑ ہارے کے اس عظیم تعمیری انقلاب کے مطلق خبر نہ ہوئی اور نہ اسے اس بات کا پتہ چلا کہ اس کے محل کے پاس ہی لکڑ ہارے نے بھی اپنا شاندار مکان تعمیر کروالیا ہے۔

ایک دن اتفاق سے وزیر کی بیگم جب اپنے محل کے بالا خانہ پر چڑھی تو اسے دیکھ کر بڑا اچنبا ہوا کہ اس کے محل کے پاس ہی جو ایک وسیع اور کشادہ زمین پڑی

ہوئی تھی اس پر ایک نوتعمیر مکان کھڑا آسمان سے باتیں کر رہا ہے۔ اس نے خادماؤں سے پوچھا کہ یہ کس کا مکان ہے؟ سب خادماؤں نے ایک زبان ہو کر عرض کیا کہ یہ اسی لکڑہارے کا مکان ہے جس کی بیوی کبھی آپ کے یہاں جاروب کشی کا کام کرتی تھی لیکن خدا کی شان کہ آج اس کے بڑے ٹھاٹھ ہیں۔ بیگم نے اپنی ایک خواص سے کہا تو لکڑہارے کی بیوی کو ذرا دیر کے لئے میرے پاس بلا لا تا کہ خستہ حال لکڑہارے کے اس حیرت انگیز تعمیری انقلاب کی کچھ حقیقت معلوم ہو۔ خواص گئی اور دم کے دم میں لکڑہارے کی بیوی کو بلا لائی۔ وزیر کی بیگم نے اس سے پوچھا تم تنگدستی اور ناداری کا شکار تھیں۔ پھر تمہیں یہ شاندار تمول کس طرح حاصل ہو گیا؟ اس پر لکڑہارے کی بیوی نے امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد کے مطابق کونڈوں کے بھرنے اور ان کی برکت سے ایک بڑا دفینہ ہاتھ لگنے کی پوری داستان بیگم کے سامنے پیش کر دی۔

وزیر کی بیگم نے یہ سب کچھ سنا تو وہ مسکرائی اور کہا کہ تیری باتیں دل کو نہیں لگتیں۔ کونڈوں کا بھرنا بھی کون سا کارنامہ ہے جو آدمی کو یکدم زمین سے اٹھا کر آسمان پر پہنچا دے۔ مجھے تیری بات پر بالکل یقین نہیں آتا۔ معلوم ہوتا ہے کہ تیرے شوہر نے رہزنی کر کے یا کہیں ڈاکہ ڈال کر یہ وافر دولت حاصل کی ہے۔ وزیر کی بیگم جب کونڈوں کی فضیلت پر ایمان نہ لائی تو فوراً ہی اس پر اور اس کے شوہر پر ایک غیبی عتاب نازل ہوا۔ اس کا شوہر بادشاہ کا بڑا وزیر تھا اور بڑا ہی منہ چڑھا وزیر تھا۔ چھوٹا وزیر دل ہی دل میں اس سے جلا کرتا تھا اور دن رات شاہی دربار میں اس کو نیچا دکھانے کی فکر میں لگا رہتا تھا۔ موقع ہاتھ آیا تو مؤثر طریقہ پر اس نے بادشاہ کے کان بھرے

رازداری کے ساتھ بادشاہ کے گوش گذار کیا کہ بڑا وزیر آپ کی حکومت کا بہت بڑا خائن ہے۔اس نے خیانت کے ذریعہ سرکار کی بہت بڑی دولت اپنے قبضہ میں کر رکھی ہے۔یقین نہ ہو تو اس کے حساب کی جانچ کرا کر دیکھ لیا جائے۔

بادشاہ نے حکم دیا کہ بڑے وزیر کے حساب کی جانچ کروائی جائے اور جب شاہی حکم سے حساب کی جانچ کرائی گئی تو شاہی خزانے کا لاکھوں کا غبن بڑے وزیر کی طرف سے نکلا۔بادشاہ کو جلال آ گیا۔اس نے فوراً ہی بڑے وزیر کو وزارت کے عہدے سے معزول کیا اور اس کی ساری جائیداد اور اس کا تمام مال و متاع ضبط کر کے اسے شہر بدر کر دیا۔

جو وزیر کل تک حکومت کے سیاہ و سفید کا مالک تھا آج جب اس پر شاہی عتاب نازل ہوا تو سب کچھ چھوڑ کر اسے اپنی بیگم کے ساتھ پا پیادہ خالی ہاتھ اس حال میں شاہی حدود سے شہر بدر ہو جانا پڑا کہ زادِ راہ کے لئے ایک پیسہ بھی اس کی گرہ میں نہ تھا۔صرف دو درہم کسی طرح بیگم کی جیب میں پڑے رہ گئے تھے۔راستہ میں کسی جگہ خربوزے بکتے دیکھے تو بیگم نے ایک درہم دے کر ایک خربوزہ خرید لیا اور اسے ایک دستی میں باندھ لیا کہ دم اشتہا بھوک کی تکلیف سے کچھ نہ کچھ نجات حاصل کی جا سکے۔

جس دن وزیر کو شاہی حکم سے شہر بدر کیا گیا تھا اسی دن بادشاہ کا شہزادہ صبح سویرے شکار کو گیا تھا لیکن جب شام تک شہزادہ شکار سے لوٹ کر واپس نہ آیا تو بادشاہ کو شہزادے کی طرف بڑی تشویش ہوئی۔چھوٹے وزیر نے شاہی آداب بجالاتے ہوئے عرض کی جہاں پناہ شہزادے صاحب جس راہ شکار کو گئے تھے اسی راہ معزول

وزیر کو بھی جاتے دیکھا گیا ہے۔ نصیب دشمناں کہیں ایسا نہ ہو کہ راہ میں وزیر صاحب انتقاماً شہزادے صاحب کو کوئی گزند پہنچا دیں۔ یہ سن کر بادشاہ نے بہت سے سواروں کو چاروں طرف دوڑایا کہ وزیر جہاں بھی ملے اسے فوراً گرفتار کر کے لئے آئیں۔ سوار گئے اور دم کے دم میں وزیر کو راستے سے گرفتار کر کے لے آئے اور پابہ زنجیر بادشاہ کے حضور پیش کر دیا۔ وزیر کے ہاتھ میں رومال میں بندھا ہوا خربوزہ تھا۔ بادشاہ نے پوچھا یہ ہاتھ میں کیا ہے؟ معزول وزیر نے عرض کیا حضور یہ خربوزہ ہے۔ لیکن جب کھول کر دیکھا گیا تو خربوزہ کی جگہ خون میں لتھڑا ہوا شہزادے کا سر تھا جسے دیکھ کر شاہی غم و غصہ کی کوئی انتہا نہ رہی۔ حکم ہوا کہ دونوں کو جیل بھیج دیا جائے اور صبح سویرے ان کو پھانسی پر لٹکا دیا جائے۔

معتوب وزیر اور اس کی بیگم دونوں کے دونوں بصد ذلت و خواری جب جیل پہنچے تو ان کا بُرا حال تھا۔ انتہا درجہ کی پریشانی کی حالت میں سرتاسر یاس کا عالم ان پر طاری تھا۔ اسی حال میں شکستہ خاطر وزیر نے غمزدہ بیگم سے کہا معلوم نہیں اللہ کی جانب میں ہم سے کونسی خطا سرزد ہوئی کہ جس کا خمیازہ اس بے پناہ مصیبت کی صورت میں ہمیں بھگتنا پڑا ہے کہ اچانک ہاتھ سے وزارت گئی پھر ذلت کے ساتھ ہمیں شہر بدر کیا گیا پھر پکڑ کر جیل میں ڈال دیا گیا اور اب صبح ہوتے ہوئے پھانسی پر لٹکا دیا جائے گا۔ رومال میں بندھے ہوئے خربوزے کا حیرت انگیز طریقہ پر شہزادے کا سر بن جانا بھی اس بات کا پتہ دیتا ہے کہ ضرور ہم سے کوئی بڑا گناہ سرزد ہوا ہے ورنہ کہاں خربوزہ اور کہاں شہزادے کا سر۔ اب ہمیں اور تمہیں دونوں کو اپنے اپنے اعمال کا جائزہ لینا چاہیئے

اور اپنی جس غلطی کا پتہ چلے اس سے فوراً توبہ کرنی چاہیئے اور اللہ سے معافی کی دعا مانگنی چاہیئے۔

بیگم نے کہا جہاں تک یاد پڑتا ہے مجھ سے کوئی ایسا گناہ سرزد نہیں ہوا ہے کہ جس کا یہ عبرتناک انجام سامنے آتا لیکن ہاں کئی دن ہوئے میں نے امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کے کونڈوں کے عقیدے پر ایمان لانے سے ضرور انکار کر دیا تھا۔ پھر بیگم نے لکڑہارے کی بیوی کے کونڈے بھرنے اور کونڈوں کی کرامت سے دم کے دم میں اس کے مالدار ہو جانے کی پوری داستان وزیر کو سنائی۔

وزیر نے بیگم کی زبان سے جب لکڑہارے کا یہ پورا قصہ سنا تو کہا بیگم تم نے امام کے قول کی تصدیق نہیں کی اور ان کے بتائے ہوئے طریقہ پر کونڈے بھرنے کے عقیدے پر تم ایمان نہیں لائیں۔ حقیقت میں یہ امام کی شان میں تمہاری بہت بڑی گستاخی تھی۔ اب میں یقین سے کہتا ہوں کہ اس گستاخی کا شاہی عتاب کی صورت میں یہ سارا وبال ہم پر پڑا ہے۔ بیگم نے بھی اس بات پر یقین کر لیا اور سچے دل سے عہد کیا کہ اگر اس بے پناہ مصیبت سے نجات ملی تو شاندار اہتمام کے ساتھ امام کے کونڈے ضرور بھروں گی۔ پھر دونوں امام کا وسیلہ پکڑ کر رات بھر خدا سے دعا کرتے رہے۔ ذرا دیکھیئے کہ کس قدر ایڑی چوٹی کا زور لگا کر کونڈوں کے لئے محنت کی گئی ہے اور ڈرایا گیا ہے کہ کونڈے نہ بھرنے کی یہ سزا ہے تاکہ لوگ ڈر کے مارے ضرور بضرور کونڈے بھریں۔ نماز اور روزوں کی کوئی پرواہ نہیں لیکن کونڈے ضرور بھرنے ہیں۔

نے روزہ نماز نہ حج و زکوۃ
سمجھتے ہیں رسموں میں اپنی نجات

گذاریں افسانوں میں راتیں تمام
نہ لیں ہاتھ میں پر اللہ کا کلام

یعنی نماز اور روزوں سے کونڈوں کے مقام کو بڑھا گیا۔

یہ مسلمان ہیں جنہیں دیکھ کر شرمائیں یہود

سنتا جا اور شرماتا جا۔ اگر غیرت ہے تو اپنے مسلک سے توبہ کرتا جا۔

اب ادھر جیسے ہی بیگم نے بصد عقیدت کونڈے بھرنے کا عہد کیا ادھر ویسے ہی حالات نے اپنا رنگ بدلا یعنی صبح ہوئی تو بادشاہ کا گمشدہ شہزادہ صحیح سلامت گھر واپس آ گیا۔ شہزادے کو دیکھ کر بادشاہ کو بہت بڑی خوشی ہوئی اور حیرت بھی ہوئی۔ اس نے فوراً اسیران (قیدی) جیل کو اپنے پاس طلب کیا۔ پھر رومال کھول کر دیکھا گیا تو اس میں شہزادے کے سر کی جگہ وہی خربوزہ برآمد ہوا جوان مصیبت کے ماروں نے راہ چلتے خریدا تھا۔ بادشاہ نے معتوب وزیر سے پوچھا کیا ماجرا ہے؟

وزیر نے کونڈوں کے بارے میں امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد سے لے کر لکڑ ہارے کی پوری داستان ساری سرگذشت بادشاہ کے روبرو پیش کر دی اور عرض کی جہاں پناہ حقیقت یہ ہے میری بیوی نے امام صاحب کے قول کو جھٹلایا تھا اور کونڈے بھرنے کے عقیدے سے اظہار بیزاری کیا تھا اسی پاداش میں ہم دونوں کو ذلت و رسوائی کا یہ روزِ بد دیکھنا پڑا۔ ورنہ کہاں آپ کا یہ دیرینہ نمک خوارہ خادم اور کہاں خزانۂ عامرہ سے لاکھوں کی خیانت اور غبن کا ارتکاب اور کہاں خربوزہ اور کہاں شہزادہ والا تبار کے دشمنوں کا سر۔ بادشاہ وزیر کی زبان سے یہ حالات سن کر بہت متاثر

ہوا۔ اس نے اسی وقت وزارتِ اعلیٰ کا منصب عالی نئے سرے سے پھر بڑے وزیر کو سونپ دیا اور تلافی ء مافات کے طور پر ایک خلعت فاخرہ سے بھی اسے نوازا اور چھوٹا وزیر اسی وقت راندہ دربار ہوا جس نے شرارت سے بڑے وزیر کے خلاف بے بنیاد لگائی بجھائی سے کام لیا تھا اور لاکھوں کا غبن بڑے وزیر کے ذمہ نکالا تھا۔ اس کی ساری جائیداد ضبط کر لی گئی اور ہمیشہ کے لئے اس کو ذلت کے ساتھ شہر بدر کر دیا گیا۔

پھر شاہی محل سے لے کر کاشانہ ء وزیر تک بڑی دھوم دھام اور بڑے ہی شاہانہ اہتمام کے ساتھ کونڈے بھرنے کی رسم ادا کی گئی اور پھر وزیر کی بیگم تو زندگی بھر بڑی عقیدت کے ساتھ ہر سال امام صاحب کے کونڈے بھرتی ہی رہی۔

داستان کا ایک تنقیدی جائزہ

آؤ بات کو کھولیں

حقائق کو جن میں چھپایا گیا ہے
وہ پردے نظر سے اٹھا رہا ہوں

دیکھا آپ نے اصل دین سے ناواقف مسلمانوں کو گمراہ کرنے کیلئے کتنی کشش اور جاذبیت ہے اس من گھڑت کہانی میں کہ جو سنے فرطِ عقیدت سے سر دھنے اور حق و باطل میں تمیز کئے بغیر بصد عقیدت کونڈے بھرنے کو تیار ہو جائے۔ لیکن یاد رکھیے:

صداقت چھپ نہیں سکتی بناوٹ کے اصولوں سے
کہ خوشبو آ نہیں سکتی کاغذ کے پھولوں سے

اب آیئے ذرا تحقیق کا چشمہ پہن کر قرآن و حدیث کی روء سے اس من گھڑت افسانے کا موازنہ کریں اور اس کا تنقیدی جائزہ لیں:

وسوف تری اذا انکشف الغبار
افرس تحت رجلک ام حمار

1۔ داستان میں کہا گیا کہ لکڑ ہارا جب دیس چھوڑ کر پردیس چلا گیا تو لکڑ ہارے کی بیوی نے اس وقت وزیر کی بیگم کے سامنے جا کر اپنا دکھ درد بیان کیا۔

قارئین! ذرا ٹھنڈے دماغ سے سوچیئے گا یہ داستان تب کی ہے جبکہ امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ حیات تھے جیسا کہ داستان کے شروع میں بیان ہوا ہے۔ اب جب امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ حیات تھے تو اس بیوقوف اور گستاخ (لکڑ ہارے) کی بیوی کو وزیر کی بیگم کے پاس جانے کی کیا ضرورت تھی۔ امام کے پاس جا کر اپنا دکھ بیان کرتی اور گمشدہ شوہر کا معلوم کرتی کہ وہ کہاں ہے؟ تو امام صاحب اپنی کرامت سے اس کے روپوش شوہر کا پتہ بتا دیتے کہ فلاں جنگل میں اور فلاں علاقہ میں ہے اور اس کا درد اور دکھ دور کر دیتے پھر تو کونڈوں کی زحمت نہ کرنی پڑتی اور ان کی فاتحہ کا تکلف نہ کرنا پڑتا۔ خوامخواہ اس احمق اور بے ادب (لکڑ ہارے کی بیوی) عورت نے وزیر کے گھر میں بارہ سال خادمہ اور جھاڑو دینے کے فرائض سرانجام دیئے۔

جھوٹ کہنے سے جن کو عار نہیں
ان کی باتوں کا اعتبار نہیں

امید ہے آپ سمجھ گئے ہوں گے۔

تو یہ ہے اندھی تقلید۔ اس لئے کہا جاتا ہے کہ جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوا کرتے۔

"اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے"

(2) افسانہ میں یہ بیان ہوا کہ امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی فاتحہ کرانے اور اپنے ہی بتائے ہوئے طریقے پر خستہ پوریوں سے اپنے نام کے کونڈے بھروانے کا حکم خود اپنی ہی زبان مبارک سے دیا اور گارنٹی اور ذمہ داری کیساتھ یہ بھی دعویٰ کیا کہ

میں اس عمل کے ذریعہ ہر ایک کی مراد پوری ہوجانیکا ضامن ہوں اور اگر کونڈے بھرنے کے بعد کسی کی حاجت پوری نہ ہوتو قیامت کے دن میرا دامن پکڑ لے اور مجھ سے باز پرس کرے۔

الف:۔ ذرا سوچئے اور سنجیدگی کے ساتھ اس پر غور کیجئے کہ کیا امام جعفر رحمۃ اللہ علیہ کی زبان مبارک سے اس قسم کی لغویات کا صدور ہوسکتا ہے امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کی شان تو بہت اونچی اور بہت ہی اعلیٰ وارفع ہے کوئی معمولی سمجھ کا انسان بھی ایسی لغویات اپنی زبان سے نہیں نکال سکتا اور نہ اس قسم کا کوئی بیہودہ دعویٰ کرسکتا ہے۔

بلا سے ہماری جو چاہے کرو
اماموں کو لیکن نہ رسوا کرو

ب:۔ پھر یہ کتنی مضحکہ خیز اور حیرت انگیز بات امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کی گئی ہے کہ انہوں نے اپنی زندگی ہی میں اپنی فاتحہ کرانے کا حکم خود اپنی زبانِ مبارک سے دیا حالانکہ ایصالِ ثواب یا فاتحہ کسی کی بھی ہو موت یا وفات کے بعد ہی ہوا کرتی ہے تو پھر امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی زندگی ہی میں اپنے نام کے کونڈے بھروانے اور اپنی فاتحہ کرانے کا حکم کیسے دے دیا کاش کہ مسلمانوں کو عقل کے ناخن آجائیں۔

عاقل کو پس اک حرف ہے تحقیق کا کافی
نادان کو کافی نہیں دفتر کا اثالہ

(3) اور پھر یہ بات بھی قابل غور ہے کہ لکڑ ہارے کی بیوی بارہ (12) برس تک بچوں

سمیت وزیر کی بیگم کے یہاں اپنی مصیبت بھری زندگی کے دن گذارتی رہی۔ لیکن جب اس کا شوہر بے شمار مال و دولت لے کر پردیس سے واپس گھر آیا اور اس نے وزیر کی بیگم کے محل کی نوکری چھوڑی تو وزیر کی بیگم کو یہ تک نہ بتایا کہ میرا شوہر بہت بڑے مال وخزانے کیساتھ گھر واپس آ گیا ہے۔ اس لئے اب مجھے نوکری کرنے کی ضرورت نہیں اور نہ بیگم وزیر ہی نے لکڑ ہارن سے نوکری چھوڑنے کا سبب پوچھا!!

یہ ہیں اندھے تقلید کے کارنامے صرف تقلید کا لوگ چشمہ پہن کر پھر رہے ہیں انہیں سوائے تقلید کے اور کچھ نظر آتا ہی نہیں اور یاد رہے تقلید انسان کو اندھا اور بہرا بنا دیتی ہے۔

پڑھے ہیں عشق کا دفتر الف۔ب۔ت۔ہم نہ سیکھے
نہ تختی ہاتھ میں پکڑی نہ ہم چھونا قلم سیکھے

(4) پھر یہ بات قابل تعظیر ہے کہ وزیر کے محل کے پاس ہی لکڑ ہارے کا شاندار مکان بن کر تیار ہو جاتا ہے لیکن وزیر کی بیگم کو اس کی مطلق خبر نہیں پتہ اس وقت چلتا ہے جب وہ اتفاق سے اپنے محل کے بالا خانہ پر پہنچتی ہے۔

یہ کتنی ان نیچرل سی خلاف عقل بات ہے کہ ایک بڑی عمارت وزیر کے محل کے پاس ہی بن کر تیار ہو جائے اور بیگم کو اس کا بالکل پتہ نہ چلے حالانکہ معمولی سے معمولی مکان کے تعمیر ہونے حتی کہ لیٹرین بننے کا بھی پاس پڑوس اور اہل محلہ کے لوگوں کو علم ہو جاتا ہے اور جب کوئی بڑی عمارت تعمیر ہو تو دور کے لوگ بھی اس سے واقف ہو جاتے ہیں اور عجیب بات کہ ایک باتھ روم بننے میں ہفتہ لگ جاتا ہے لیکن محل

ایک ہی رات میں بن گیا نہ کسی نے مزدور دیکھے نہ کسی کو مستری کا پتہ چلا اور نہ ہی معلوم ہوا کہ محل کا سامان کہاں سے اور کیسے آیا ہے ایسا لگتا ہے کہ محل کا پورا سامان آسمان سے آیا تھا مزدور جن تھے اور مستری فرشتے تھے العیاذ باللہ۔ یا تو پھر یہ ہوگا کہ کسی دیو نے آ کر رات کو محل گاڑ دیا۔ پھر سوچئے کیا دفینہ کے ساتھ الف لیلیٰ کے چراغ الہ دین کی طرح کوئی جادو کا چراغ بھی لکڑ ہارے کے ساتھ لگ گیا تھا۔ کہ جس کے ذریعے پلک مارتے ہی لکڑ ہارے کا یہ عالیشان مکان بن کر تیار ہو گیا اور وزیر کی بیگم کو اس کے تعمیر ہونے کی بالکل خبر نہ ہو سکی یا اسفیٰ علیٰ ھذا. تو غور و فکر کرنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ اس افسانے میں عقل کے گھوڑے دوڑائے گئے ہیں۔

انصاف ہو کس طرح کہ دل صاف ہی نہیں

دل صاف ہو کس طرح کہ انصاف ہی نہیں

(5) مزے کی بات یہ ہے کہ اس افسانے میں خربوزہ کو کیوں شامل کیا گیا ہے وہ بھی اپنے مقام پر بڑے نکتے کی بات ہے جو ایک خاص لطافت سے خالی نہیں شاید آپ کو پتہ نہ ہو آیئے ذرا ملاحظہ کیجئے اصل میں خربوزہ اور لفظ جعفر میں معنی کے اعتبار سے ایک طرح کی خصوصی مناسبت ہے لغت کو اٹھا کر اس کے اوراق پلٹ کر دیکھئے لفظ جعفر کے جہاں اور کئی معنی ہیں وہاں عربی زبان میں خربوزہ کو بھی جعفر کہتے ہیں۔

اس افسانہ کو گھڑنے والے نے کس قدر ہوشیاری سے کام لیا ہے بڑی محنت و مزدوری کی ہے لیکن اللہ کے فضل و کرم سے اہلحدیث کھڑے ہو گئے اور کہا کہ خبردار لوگو یہ کام دو نمبر ہے اصلی نہیں نقلی ہے۔

اوروں پر معترض تھے لیکن جو آنکھ کھولی
اپنے ہی دل کو ہم نے گنجِ عیوب دیکھا

بیچارے افسانہ نگار نے اندھیرے میں بڑے تیر پھینکے کہ شاید تکہ لگ جائے اور شکار ہاتھ آ جائے لیکن اہلحدیثوں نے چوری پکڑ لی اور اس شکاری کو شکار (حاصل کرنے) سے محروم کر دیا۔ پس اس پر یہ بات صادق آتی ہے۔

نگاہ نکلی نہ دل کی چور زلف عنبریں نکلی
ادھر لا ہاتھ مٹھی کھول یہ چوری یہیں نکلی

(6) اور یہ بات بڑی ہی حیرت انگیز ہے کہ افسانہ میں نہ بادشاہ کا نام بتایا گیا ہے اور نہ وزیر کا نہ بادشاہ کے شہزادے اور نہ لکڑہارے کا۔

اس کا سبب یہ ہے کہ لوگوں کو پتہ ہے کہ اہلحدیث بڑے نکتہ دان ہوتے ہیں اگر ان کے نام ظاہر ہوں گے پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہے کہ یہ افسانہ من گھڑت ہے دوسری بات یہ کہ اگر نام بتائیں گے تو اہلحدیث تحقیق کریں گے اور پھر ہماری چوری پکڑ لیں گے جب چوری پکڑی جائے گی تو یہ پھر ہمیں عدالت میں کان پکڑا کر مرغہ بنائیں گے اس لئے چالاکی سے کام لیتے ہوئے نام ظاہر نہیں کئے پس یہ کہہ دیا کہ ایک بادشاہ تھا اس کا وزیر تھا اور ایک لکڑہارا تھا تا کہ قصہ بھی بن جائے اور مرغہ بننے سے بھی بچا جائے جیسے مثل مشہور ہے کہ سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی بچ جائے۔ تو یہاں بھی یہی طریقہ استعمال کیا گیا ہے بہر حال چوری پکڑی ہی جاتی ہے۔ اس طرح دین کے چور تو بڑی آسانی سے پکڑ لئے جاتے ہیں۔ بہر حال: ؎

دام گیسو میں یہ پھنسا دل پاؤں میں زنجیر ہے
وہ تمہارا خواب تھا یہ خواب کی تعبیر ہے

یہ کونڈے بھلا کس کے ہیں

اب ذرا یہ سوچئے کیا یہ کونڈے رسول اللہ ﷺ کے ہیں یا ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے ہیں یا عثمان وعلی رضی اللہ عنہما کے ہیں ہرگز نہیں تو بہر حال یہ جس کے بھی ہیں اس کا کرنا شریعت میں جائز نہیں ہے کیونکہ شریعت اس چیز کا نام ہے جو رب کے قرآن میں ہو یا نبی کے فرمان میں ہو اور شریعت وہ ہے جس پر نبی ﷺ نے عمل کیا یا آپ ﷺ کے صحابہ نے عمل کیا اگر رسول اللہ ﷺ نے کونڈوں کے بھرنے کا حکم دیا ہے یا صحابہ نے کونڈے بھرے ہیں تو ہم بھی بھرنے کے لئے تیار ہیں لیکن جب دلیل نہیں ملتی۔ اور نہ صحابہ سے ثبوت ملتا ہے تو پھر کونڈے بھرنا دین سے محبت کی علامت نہیں بلکہ پیٹ پرستی ہے یاد رکھیں دین کسی کی مرضی یا چاہت کا نام نہیں ہے بلکہ دین اللہ اور اس کے رسول کے احکامات کا نام ہے اور دین بڑا واضح ہے اور حق والوں کی علامت بھی بڑی واضح ہے کوئی نہ دیکھنا چاہے یا نہ سمجھنا چاہے تو کوئی کسی اندھے کو بینا نہیں بنا سکتا اور نہ کوئی بے عقل کو عقل دے سکتا ہے اگر کوئی دیکھتا ہو تو اس سے کہا جائے کہ سورج چڑھا ہوا ہے تو وہ دیکھ لے گا لیکن اگر کسی نے آنکھیں ہی بند کر رکھی ہوں تو چاہے سورج ہزار بار چڑھے کسی اندھے کو روشنی نہیں دکھائی دے سکتی۔

آنکھیں اگر بند ہوں تو پھر دن بھی رات ہے
اس میں بھلا قصور کیا ہے آفتاب کا

اب آیئے ایک قدم آگے چلتے ہیں

جان رکھیئے! یہ فعل (رجب کے کونڈے) سراسر بدعت ہے۔ اس کا ارتکاب جو بھی کرے گا خواہ ملاں ہو یا مفتی، پیر ہو یا مرید (اگر یہ توبہ کئے بغیر مر گئے) تو سب اللہ کے مجرم اور جہنم کے ایندھن بنیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو دوزخ کی آگ سے محفوظ فرمائے آمین۔

یہ بات قابل محل ہے کہ رجب کے کونڈے کس طرح آئے۔ آیئے میں آپ کو بتلاتا ہوں۔ دراصل یہ یہودیت اور مرزاعیت اور رافضیت کی سازش ہے۔ ان کی سازش کی وجہ سے یہ رسم اور بدعت مسلمانوں میں آ چکی حالانکہ آپ پچھلے زمانہ پر نظر دوڑائیں گے اور تاریخ کے اوراق پلٹیں گے تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ 1906ء سے قبل اس کا نام ونشان تک نہیں تھا۔ اس کا آغاز ریاست رام پور میں 1906ء سے ہوا ہے۔ ایک کہانی ''داستانِ عجیب'' کو چھپوا کر رام پور میں عام طور پر تمام مسلمانوں میں تقسیم کرایا۔ پس ''الناسُ علی دین ملوکھم'' کے تحت رام پور کے سنی مسلمانوں نے بھی اسی زمانے میں اس رسم کو اپنانا شروع کر دیا تھا۔ پھر یہ رسم رام پور سے لکھنؤ پہنچی اور 1911ء تک اس کا روز افزوں ترقیات کے ساتھ پورے اودھ، روھیلکھنڈ اور دوسرے مقامات پر پھیلاؤ شروع ہو گیا۔

تو سابقہ یادداشتیں بتاتی ہیں کہ کونڈے بھرنے کے عام رواج کی ابتداء سب سے پہلے 1906ء میں ہوئی جبکہ اس سے قبل نہیں تھی۔ بہرحال کونڈوں کی رسم ایک نو ایجاد رسم اور بدعت ہے جس کا حقیقت میں امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ سے کوئی تعلق

نہیں اور نہ 22۔رجب سے امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کا تعلق ہے۔ حالانکہ 22۔ رجب نہ امام جعفر رحمۃ اللہ علیہ کا یوم ولادت ہے اور نہ یوم وفات۔ان کی ولادت 8۔ رمضان 17ھ یا 17 ربیع الاول 83ھ اور وفات بالاتفاق 15 شوال 148ء میں ہوئی ہے۔اب جب رجب کی 22۔تاریخ نہ امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش کا دن ہے اور نہ وفات......؟ تو پھر اس 22۔رجب کا امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ سے کیا تعلق اور پھر ان کے نام پر کیوں فاتحہ وغیرہ اس مہینہ میں ایجاد کیئے گئے۔

اپنے ذہن کو ذرا میرے حوالے کیجئے اور سنیئے:

آیئے ذرا بات کو کھولیں

درحقیقت یہ یہودیوں اور شیعوں کی کرم نوازی ہے جن کے آج مسلمان شکار ہو چکے ہیں جیسا کہ تمام سنی جانتے ہیں کہ شیعہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے دلی بغض وعناد رکھتے ہیں۔جس طرح وہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شہادت پر ہر سال جشن عید ومسرت مناتے ہیں اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے قاتل فیروز کو بابا شجاع الدین کا لقب دیکر اس کے ساتھ اپنی دلی عقیدت کا اظہار کرتے ہیں، بالکل اسی طرح وہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات پر بھی 22۔رجب کو خوشی مناتے ہیں۔ اور اسی جشن مسرت کے سلسلہ میں وہ شیرینی یا میٹھی خستہ پوریاں وغیرہ کر کے آپس میں کھاتے اور کھلاتے ہیں۔محض پردہ پوشی کے لئے اس رسم کو جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ورنہ درحقیقت یہ تقریب اور رسم سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کی خوشی منائی جاتی ہے

غور کیجئے! کس طرح مسلمانوں کے ایمان کا کونڈا کیا جا رہا ہے ان کے عقائد کو بگاڑا جا رہا ہے زہر کی گولی چینی میں لپیٹ کر کھلائی جا رہی ہے لیکن سنی مسلمانوں کی آنکھیں نہیں، وہ غفلت کی نیند سو رہے ہیں اور کونڈے بھرنے اور نذر نیاز کرنے میں خوش ہیں۔

دو رنگی چھوڑ دے یک رنگ ہو جا
سراسر موم ہو یا سنگ ہو جا

تو پھر آخر یہ کیوں؟ اے سنی مسلمانوں میری بات کو ذہن نشین کر لو اور اس کو اپنے پلے سے باندھ لو یہ یہودیت اور شیعیت کی سازش ہے انہوں نے سوچا کیوں نہ ایک ہی پتھر سے دو شکار کئے جائیں۔

(1) ایک تو یہ کہ ان کے عقیدے کو فاسد کرنے کے لئے ان کو نذر و نیاز کے پیچھے لگا دیا جائے جب عقیدہ ہی فاسد ہو جائے تو باقی کچھ نہ رہ جائے گا اس کی مثال یوں سمجھئے ''نہ رہے بانس نہ بجے بانسری''۔

(2) دوسرا یہ کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات پر غم کی بجائے انہیں خوشی اور مسرت کا کوئی کھلونا دے دیا جائے اور کھیر اور حلوہ پکانے کے پیچھے لگا دیا جائے کس طرح ہمارے ایمان کا کباڑہ بنایا جا رہا ہے لیکن اندھی تقلید نے ہماری ٹانگوں کو توڑ کر رکھ دیا ہے اور فرقہ آرائی کے تعصب نے ہمیں بے بس اور بے کس کر کے رکھ دیا ہے فرقہ آرائی کے تعصب کا زہر سینکڑوں انسانوں کی جان لے چکا ہے اور یہ لعنت بہت ہی بڑھ چکی ہے اس وباء سے اپنے آپ کو محفوظ کیجئے اور اس بیماری سے بچیئے کیوں کہ

شجر ہے فرقہ آرائی تعصب ہے ثمر اس کا
یہ وہ پھل ہے کہ جنت سے نکلواتا ہے آدمؑ کو

بہرحال آگے چلئے شروع شروع میں تو کافی عرصہ تک یہ رسم دبی دبی شیعوں کے حلقہ تک محدود رہی لیکن پھر شیعوں نے سوچا کہ کیوں نہ کسی خوبصورت فریب اور تقیہ سے کام لے کر سُنیوں کو بھی وفاتِ معاویہ رضی اللہ عنہ کے سلسلہ کے اس جشن مسرت میں غیر شعوری طور پر شریک کر لیا جائے چنانچہ انہوں نے سنیوں کے ساتھ ایک عجیب گیم کھیلی جو کہ اوپر بیان ہو چکی ہے۔ (یعنی سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات پر پردہ ڈال کر امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کے کونڈوں کا فرضی افسانہ گھڑا)۔

جس پر اندھی تقلید کے فاعل اور توہم پرست سُنی مسلم عوام نے اس کہانی کو پڑھا یا سنا تو ''صدقے جاواں'' کے تحت وہ غیر شعوری طور پر فرطِ عقیدت سے اس جھوٹی کہانی پر ایمان لے آئے نتیجہ یہ نکلا کہ کچھ ہی عرصہ میں اس فرضی داستان کے سبب بہت سے دین سے ناواقف سنی عوام نے بھی غیر شعوری طور پر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی تاریخ وفات 22 رجب کو شیعوں کی طرح اپنے یہاں بھی ایک خوشی کا دن قرار دیا چنانچہ آگے چل کر اب اکثر سُنّی مسلم (جو حقیقت حال سے بے خبر ہیں) 22 رجب کو عید جیسی خوشی مناتے ہیں اور اس دن بچوں کو بڑے چاؤ کے ساتھ نہلا دُھلا کر نئے کپڑے وغیرہ پہناتے ہیں اور پھر اہتمام یہ ہے کہ عورتیں غسل اور وضوء سے آراستہ ہو کر پوری پکانا شروع کرتی ہیں اب ان باتوں کا چرچا عورتوں تک محدود نہیں رہا بلکہ ان کے شوہر بھی اس بارے میں ان کے ہم خیال بن چکے ہیں کوئی

لڑکے کی حیات کے لئے کونڈے کرتا ہے تو کوئی کسی منت کیلئے؟ ان کے متعلق کسی نے کیا ہی خوب کہا ہے کہ

یہ امت روایات میں کھو گئی
حقیقت خرافات میں کھو گئی

طریقہ فاتحہ کے ضمن میں ایک کتاب تصنیف ہے یعنی 22 رجب کو نماز فجر کے بعد پوریاں کونڈوں میں رکھ کر فاتحہ ہوتی ہے اور وہ کتاب پڑھی جاتی ہے جس میں لکھا ہے کہ امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ 22 رجب کو کونڈے کرو اور میرے توسُّل سے مراد طلب کرو اور جو مراد پوری نہ ہو تو قیامت کے دن تمہارا ہاتھ اور میرا دامن ہوگا۔

22 رجب کو سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کی خوشی میں شیعوں کے یہاں خفیہ خفیہ جشن مسرت منایا جاتا تھا اور اس سلسلہ میں شیرینی اور پوریوں وغیرہ کو عام تقسیم سے بچا کر کسی مخصوص مقام پر ہی بٹھا کر کھلایا جاتا تا کہ محرم کے تبراً کی طرح سنیوں کو اس کا پتہ نہ چلے یہی وجہ ہے کہ اب تک کونڈوں کی پوریوں کو اپنے مخصوص مقام سے باہر نہیں نکالا جاتا بلکہ کسی خاص (پردہ والی) جگہ پر ہی بٹھا کر کھلایا جاتا ہے عزیز و اقارب کو گھر میں بلا کر کھلائی جاتی ہیں ٹِکیاں باہر نکلنے نہیں پاتیں اور یہ فاتحہ ہر ایک گھر میں نہایت عقیدت مندی کے ساتھ ہوتی ہے یہ رسم برابر بڑھتی جارہی ہے اور ایک دوسرے کے یہاں جوق در جوق مثل مجلس طلبی بھرتی ہوتی جارہی ہے اہل تشیع کی طرح اب سنیوں کے گھر میں فاتحہ اور کونڈوں کا زور و شور ہو چکا ہے اور بڑی دھوم دھام

کیساتھ سنیوں کے گھر میں یہ بدعت ہورہی ہے لیکن کبھی سنیوں نے غور نہیں کیا۔ پس میٹھی میٹھی چیزیں کھا کر سُن ہو جاتے ہیں نتیجہ یہ نکلا ہے آج شیعہ اور یہودی ان کے عقیدے پر ناچ رہے ہیں لیکن ان کی آنکھیں نہیں کھلتیں پس کیا کہیں۔

قابل جرم ہے اس دور میں چپ رہنا بھی
اور کچھ کہیئے زبان سے تو گلا ہوتا ہے

بہر حال یہ کونڈے نو ایجاد رسم اور بدعت ہے جس کا حقیقی طور پر امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ سے کوئی تعلق نہیں بلکہ اس دن ایک ایسی شخصیت اور ایک ایسی عظیم الشان ہستی کی وفات ہوئی ہے جن کی وفات پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور دیگر مسلمانوں پر غم کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ اور جن کی وفات کی خبر سن کر عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما جو کھانے کے دستر خوان پر بیٹھ چکے تھے لیکن جب اس شخصیت کی وفات کی خبر ان کے کانوں تک پہنچتی ہے تو دستر خوان اٹھا دینے کا حکم دیتے ہیں اور بغیر کھانا کھائے دستر خوان سے اٹھ پڑتے ہیں اور جن کی وفات پر امت اپنے آپ کو یتیم سمجھنے لگی وہ شخصیت کون تھی وہ امیر المؤمنین سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہیں جو جلیل القدر صحابی اور امین اور کاتب وحی تھے۔ اس کی وفات کا خیال کر کے چودہ سَو برس کے بعد ایک مومن (کہلوانے والے) کا منہ کڑوا ہو جاتا ہے پھر وہ امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کے نام کا بہانہ بنا کر کونڈوں کی شکل میں نیاز اور شیرینیاں وغیرہ پکا کر اپنے منہ کے کڑوے مزے کو میٹھا بناتے ہیں اور خوشیاں مناتے ہیں شیعہ حضرات کو ہمیشہ سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے گہرا بغض وعناد ہے اس لئے ان کی وفات ہی کی خوشی میں

جشن مسرت منایا کرتے ہیں لیکن سُنی مسلمانوں کیلئے یہ بات کسی طرح بھی زیبا نہیں کہ وہ شیعوں کے جھانسے میں آ کر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کی تاریخ کو شیعوں کے مسلک کی تقلید کرتے ہوئے اپنے یہاں بھی عید جیسی خوشی منائیں۔

یہاں پر ہے جو کچھ کہ میں نے لکھا
کریں اس پر انصاف مومن ذرا

قد تبین الرشد من الغی .(البقرۃ:256)
تحقیق ھدایت واضح ہو چکی ہے گمراہی سے۔

قد ظھرت فلا یخفٰی علٰی احدٍ
الاعلٰی احدٍ لا یعرف القمر

(لمحہ فکریہ)

معزز قارئین: جب اللہ کے رسول ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے اس امر کا ثبوت نہیں ملتا تو پھر ہمیں کس نے یہ حق دیا ہے کہ دین اسلام میں اس طرح کے نئے نئے کام ایجاد کریں یاد رکھئے کونڈوں کے بھرنے میں رسول اللہ ﷺ کی کھلی خلاف ورزی ہے یہ نیکی نہیں بلکہ گناہ ہے جاہل لوگوں کی باتوں میں آ کر اپنے ایمان کی دولت کو ضائع نہ کریں بلکہ اس راہ کو اپنائیے جو سنت کی راہ کہلاتی ہے باقی تمام راہوں کو چھوڑ دیجیئے۔

نقشِ قدم نبی کے ہیں جنت کے راستے
اللہ سے ملاتے ہیں سنت کے راستے

اللہ کے واسطے اپنی آنکھیں کھولئے ہوش کیجئے اور حق کی تلاش کیلئے جستجو کیجئے کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے مومن کو کنویں کا مینڈک نہیں بنایا کہ ہر پھر کے ایک ہی دائرہ میں چکر لگاتا رہے اور پھر وہیں جی بس کر مر جائے۔

ہر پھر کے دائرہ میں ہی رکھتا ہوں میں قدم
آئی کہاں سے گردش پر کار پاؤں میں

بھائیو:۔ تقلید کے محدود کنویں سے نکل کر اس وسیع سمندر کا جائزہ لیجئے جیسے قدرت نے آپ کی شناوری کیلئے وجود بخش رکھا ہے اپنی صلاحیتوں سے اپنے ماحول کی گھٹن کو عالمگیر اسلامی فکری انقلاب سے آشنا کریں دوسروں کی فکر کا محتاج بن کر رہ جانے کے بجائے دوسروں کی فکر میں تبدیلی پیدا کیجئے۔

اللہ تعالیٰ نے مومن کو عالمگیر شناوری کی صلاحیتوں سے نوازا ہے اس نے تو محض انسان کو بھی احسن تقویم کے شرف سے نواز رکھا ہے اور مومن کا مقام تو بہت ہی بلند ہے۔

پرے ہے چرخ نیلی فام کے منزل مسلماں کی

عزیزانِ من:۔ تقلید کی اندھیاری نے آپ کے مقام کو آپ کی نگاہوں سے اوجھل کر دیا ہے ذرا کروٹ بدلئے اس ذہنی مرعوبیت کے حصار سے باہر نکلئے اپنے آپ میں سنبھلئے اپنے گردوپیش کا جائزہ لیجئے اپنی قوت کا اندازہ کیجئے اور تقلید کی رسی کو اپنے گلے سے اتار پھینکئے کہ آپ اس لائق نہیں ہیں اس نے آپ کی سوچ کو بہت سکیڑ دیا ہے آپ کی قوت کو محدود کر دیا ہے آپ کی صلاحیتوں کو زنگ خوردہ بنا دیا ہے جبکہ

مومن تو ہر اعتبار سے ہی بے حدود ہے۔

اک کھیل ہے اور نگ سلیمان میرے نزدیک
اک بات ہے اعجاز مسیحا مرے آگے

یہ کتنے دکھ کی بات ہے کہ آپ جو اس بات پر مأمور تھے کہ اللہ اور اس کی خدائی کی معرفت حاصل کریں آپ خود اپنے آپ کو پہچان نہ سکے آپ نے ایک شخص کے کہنے پر اپنے آپ کو جاہل اور عقل سے دستبردار ہو کر رہنا تو منظور کر لیا علم سے منہ موڑ لیا اور سوچنے سمجھنے کی صلاحیتوں سے الگ ہو گئے۔

تحقیق سے روشنی پھیلتی ہے جب کہ تقلید سے اندھیرے پھیلتے ہیں

آہ عزیزو: اگر آپ کبھی دوسروں سے اپنا تقابلی جائزہ کا موقع پائیں تو آپ یہ دیکھ کر حیراں رہ جائیں گے کہ امریکہ اور روسی کافروں نے جب ایوان علم و تحقیق کی دیوار پر اپنی جدوجہد کی کمند پھینکی تو انہوں نے دیکھتے ہی دیکھتے فضاؤں کو محکوم اور خلاؤں کو مسخر کر ڈالا مگر آپ جن کو اللہ تعالیٰ نے قوموں کی امانت سونپی تھی اور جن کو نوعِ انسانی کے لئے معلم بنا کر مبعوث کیا تھا آپ نے کسی بزرگ کو بہانہ بنا کر خود اپنے سے بھی دستبرداری دے دی۔

نکتہ دین سمجھ میں آ تو سکتا ہے
تیرا دماغ ہی تقلید خانہ ہو تو کیا کہیئے

کبھی کان رکھو تو آپ کو قرآن پاک کے صفحوں کے اندر سے یہ آواز سنائی دے گی ((کہ **افلا تعقلون**)) تم عقل سے کیوں کام نہیں لیتے۔

((افلا تتفکرون)) تم کیوں سمجھتے سوچتے نہیں مگر آپ ہیں کہ مومن ہو کر بھی غور و فکر اور عقل اور شعور کی دولت سے دامن بچا کر نکل جانا چاہتے ہیں اور ایک غیر نبی اور امتی کے قول پر بھی غور و فکر نہ کرنے پر انگوٹھا لگا رکھا ہے یا للعجب.

اب ہم اپنے اس بے زباں مقلد بھائی سے کیا پوچھیں اور کیونکر پوچھیں جس کی زبان پر مہر لگا دی گئی ہے جس کی آنکھوں پر پٹی باندھ دی گئی ہے جس کے کانوں میں روئی ٹھونس دی گئی ہے جس کی سوچ پر پہرے بیٹھے ہیں جس پر عقل کے دروازے بند کر دیئے گئے ہیں جس پر غور و فکر کی کھڑکیاں لاک کر دی گئیں ہیں اور جس سے اس کا علم اور شعور بزور چھین لئے گئے ہیں اور پھر اسے بھی اپنی اس بدحالی پر نہ کوئی افسوس ہے اور نہ اعتراض.......... ہم اس سے کیوں کر پوچھیں کہ بھائی

کس حال میں ہیں یارانِ وطن

اس حال میں، ہم اپنے بھائی سے صرف یہی کہہ سکتے ہیں کہ

اپنی خودی پہچان۔ او غافل انسان

میرے مقلد بھائیو:۔ آپ جس جگہ کھڑے ہیں یہ کسی مومن کا مقام نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے مومن کو جاہل بن کر رہنے اور بے عقل بن کر جینے کیلئے پیدا نہیں کیا اس نے اسے علم دیا ہے کہ اس سے کام لے عقل دی ہے کہ اس کو استعمال کرے شعور دیا ہے کہ بات کی گرہیں کھولے اللہ نے اس کو یہ نعمتیں اس لئے نہیں دیں تھیں وہ ان کو فروخت کر ڈالے یا کسی کے پاس گروی رکھ دے۔ اگر ہمارے مقلد بھائی اپنی رواجی عقیدت سے الگ رہ کر چند لمحوں کے لئے ہماری گذارشات کو غور و فکر کا مرکز

بنائیں تو ہمارا یقین ہے کہ وہ بہت جلد اس حقیقت کو جان لیں گے ان شاء اللہ۔

مسلک اہل حدیث

ہم چاہتے ہیں کہ اپنی بات ختم کرنے سے قبل اپنے مسلک کا مختصر سا تعارف بھی آپ کی خدمت میں پیش کر دیں واضح ہو کہ اہلحدیث کے مسلک کی بنیاد رسول اللہ ﷺ کی ایک نہایت اہم وصیت پر استوار ہوئی ہے جو آپ نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں حجۃ الوداع کے موقعے پر اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کی مجلس میں ارشاد فرمائی فرمایا کہ

ترکت فیکم امرین لن تضلوا ما تمسکتم بهما کتاب الله وسنة نبیه (المؤطا للامام مالک بن انس کتاب القدر. باب النهی عن القول بالقدر ۶۸۵، المستدرک للامام حاکم ج ۱ ص ۹۳)

میں اپنے بعد تمہارے لئے دو چیزیں چھوڑ کر چلا ہوں تم جب تک ان دونوں چیزوں سے (مضبوطی کے ساتھ) چمٹے رہو گے ہرگز گمراہ نہیں ہو سکو گے ان دو چیزوں میں سے ایک اللہ پاک کی کتاب (قرآن مجید) ہے اور دوسری چیز میری سنت ہے میرا طریقہ ہے۔

عزیزان گرامی قدر:۔ اہلحدیث کا مسلک بس یہی کچھ ہے ان کی مساعی اور ان کی ساری جدو جہد کا محور یہی دو چیزیں ہیں ان کی زندگی کے لیل و نہار کی ساری گردشیں ان کی جہد و سعی کے سارے پہلو ان کی سانس کا ہر ہر نغمہ۔ ان کی سوچ کا ہر ہر رخ اور ان کی حیات کی ہر کروٹ انہی دونوں چیزوں کے تابع ہے۔ اپنے مسلک کے

متعلق میں یہی کہوں گا

مصطفیٰ سے ہم کو ورثے سے ملی ہیں دو کتاب
ایک کلام اللہ دویم آپ کا فصل الخطاب

اہلحدیث کی تعریف یہ ہے کہ وہ قرآن کا علمبردار ہے جس ذات نے قرآن کو نازل کیا وہ اس کا پرستار ہے اور جس ذات گرامی پر قرآن اترا وہ اس کا فرمانبردار اور اطاعت گزار ہے پس وہ یہی کچھ ہے اور اس کے علاوہ کچھ نہیں کسی کا نہیں اور کسی کے لئے نہیں اس کی زندگی انہی دو نفاذ کے لئے وقف ہے انہی کے لئے اس کا جینا اور انہی کے لئے اس کا مرنا ہے۔

اہلحدیث کے اس مسلک کو شاعر نے بڑی خوبی سے صرف دو مصرعوں میں سمیٹ لیا ہے کہ

اصل دینِ آمد کلام اللہ معظم داشتن
پس حدیثِ مصطفیٰ برجاں مسلم داشتن

جو بھائی اہلحدیث نہیں ہیں میں ان سے پوچھنا چاہوں گا کیا آپ کو اہلحدیث کے اس نصب العین کی صحت سے انکار ہے؟ کوئی اختلاف ہے اور کیا آپ کے اہل غرض نے کبھی آپ کی اطلاع میں یہ بات دی ہے کہ اہلحدیث کیا چاہتے ہیں کبھی آپ کے علم میں آیا ہے کہ اہلحدیث کا نصب العین صرف کتاب وسنت کو غالب کرنا اور ان کو نافذ کرنا ہی ہے اس بات سے کسی کو بھی انکار نہیں یا کوئی بھی انکار کی جرأت نہیں کر سکتا کہ اسلام انہی دو چیزوں کا نام ہے ان سے باہر جو کچھ بھی ہے اچھا بھی ہو سکتا ہے بہت ہی

اچھا بھی ہوسکتا ہے نہایت اچھا بھی ہوسکتا ہے مگر اسے اسلام نہیں کہہ سکتے اسلام صرف یہی دو چیزیں ہیں اور اہلحدیث کا یہی عقیدہ ہے یہی نصب العین اور یہی ان کا مسلک ہے۔

بس تنگ نہ کر ناصح ناداں مجھے اتنا
یا چل کے دکھا دے دہن ایسا کمر ایسی

اہلحدیث اپنے اس مسلک کی روشنی میں قرآن وسنت کے بعد کسی کی اطاعت کے قائل نہیں ہیں وہ سب اچھے اور نیک شہرت رکھنے والے بزرگ کی تکریم روا رکھتے ہیں ان کا احترام ملحوظ رکھتے ہیں ان کے نام کو سن کر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مگر وہ ان کی بات وہی مانتے ہیں جو قرآن وسنت کے ترازو میں پوری اترتی ہو جو بات قرآن وسنت کی تکڑی میں نہیں تلتی وہ خواہ کسی کی بھی ہو اہلحدیث اس کو مسترد کر دیتے ہیں اہلحدیث کے نزدیک اطاعت صرف اللہ اور اسکے رسول ﷺ کی ہی واجب ہے ان کے علاوہ وہ کسی دوسرے کی اطاعت ہرگز واجب نہیں سمجھتے کہ

بابا کے یہاں سے کون لایا
جس نے پایا یہیں سے پایا

اپنے مسلک کا تعارف آپ کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے ہم یہ امید رکھتے ہیں کہ اگر آپ نے اپنے مسلک کے ساتھ مسلک اہلحدیث کے تقابلی جائزہ کی زحمت گوارا کی تو آپ کو صحیح نتیجہ تک پہنچ سکنے میں کوئی بھی مشکل پیش نہیں آسکے گی ان شاء اللہ۔

مُصور کھینچ وہ نقشہ جس میں یہ صفائی ہو
اُدھر فرمانِ محمد ﷺ ہو اِدھر گردن جھکائی ہو

حرفِ آخر:۔ اب قارئین پر رجب کے کونڈوں کی حقیقت واضح ہو چکی ہو گی ایسی صورت میں ایک مسلمان کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس طرح کی بدعات وخرافات سے اپنے آپ کو دور رکھتے ہوئے کتاب وسنت صحیحہ کی شاہراہ کو اختیار کرے اور اللہ کے دوسرے بندوں کو اس شاہراہ پر چلانے کی فکر کرے۔

اور علماء امت اور دینی تحریکوں کے ذمہ داروں کا یہ فریضہ ہے کہ وہ لوگوں کے سامنے اپنے افکار ونظریات پیش کرنے کے بجائے اللہ کے اس دین کو پیش کریں جو رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو پیش کیا تھا اور صحابہ نے اس پر عمل کر کے لوگوں کے سامنے عملی نمونہ پیش کیا تھا اور اس سلسلہ میں مصلحت پرستی کا طریقہ انتہائی مہلک وخطرناک ہے یہ یہود ونصاریٰ کے علماء ومشائخ کی روش تھی کہ وہ مصلحت پرستی کے پیش نظر دین کی کچھ باتیں بتاتے تھے اور اکثر چھپا لیتے تھے اور کلام الٰہی میں تحریف وتبدیلی سے بھی کام لیتے تھے۔

اور حکام کا یہ فریضہ ہے کہ وہ دینی تعلیم کو عام کریں، دینی اداروں تربیت گاہوں میں مخلص علماء حق کو مقرر کریں اور بدعات وخرافات کی بیخ کنی کے پیچھے لگ جائیں ورنہ علماء وحکام یہ دونوں ہی اللہ کے سامنے جواب دہ ہوں گے۔ بہرحال

اگرچہ ہے رسموں کا قصہ طویل
ولیکن میں نے کیا ہے اس کو قلیل
دعا ہے یہ صادقؔ کی اے اللہ
محمد (ﷺ) کے رستے پہ ہم کو چلا

کیا اس کتاب کو میں نے تمام

اللہ کو سجود و نبی ﷺ پر سلام

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں رسم ورواج سے ہٹا کر قرآن وسنت کی راہ پہ چلنا نصیب فرمائے اور شرک سے بچا کر خالص ایمان کی توفیق عطاء فرمائے اور متلاشیانِ حق کے لئے ہماری اس حقیر سی کوشش کو قبول فرمائے اور راہ بھولے بھائیوں کو راہِ حق پر جمع فرمائے۔ آمین۔

اللھم ارنا الحق حقا ورزقنا اتباعه و ارنا الباطل باطلا ورزقنا اجتنا به امین یارب العالمین ان ارید الا الاصلاح ما استطعت و اخر دعوانا ان الحمد رب العالمین

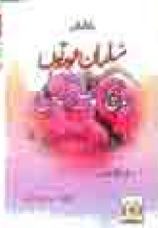
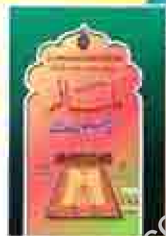
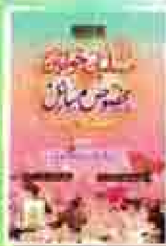
وکتبہ ابوجنید محمد صادق خلیل (مری)

خطیب وامام جامع مسجد اہلحدیث الراشدی

موسیٰ لین لیاری کراچی

ہماری چند اہم مطبوعات









دار التقویٰ کراچی